جماعت احمدیہ مسلمہ کا آرگن جسے ۱۹۱۳ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۹۸ | مورخہ ۱۷ جون سنہ ۱۹۲۷ء | یوم جمعہ | مطابق ۱۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۵ھ | ۱/۲

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔

قادیان میں ۱۱ جون بروز ہفتہ عید ہوئی۔ باغ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے نماز عید پڑھائی۔ جہاں بفضل خدا مردوں۔ عورتوں اور بچوں کا بہت بڑا مجمع تھا۔ مستورات کیلئے برعایت پردہ علیحدہ نماز پڑھنے کا انتظام تھا۔ نماز کے بعد حضور نے حقیقت قربانی پر خطبہ ارشاد فرمایا جس میں تربیت اولاد کی طرف نہایت لطیف پیرایہ میں توجہ دلائی۔

۱۳ جون کی رات کو شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے مکان پر چند نوجوانوں نے مجلس مشاعرہ منعقد کی جس میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نونہال بھی شریک ہوئے تھے۔ عام انتظام بہت اچھا تھا۔ اگرچہ زیادہ حصہ نظمیں پڑھنے والوں کا بالکل نو آموز تھا۔ لیکن جناب اکمل اور جناب قادیانی کی نظمیں بہت اچھی اور اعلیٰ پایہ کی تھیں۔ آئندہ مشاعرہ کرنے والوں کو اچھے شاعروں کو مجلس میں لانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ایڈیٹر الفضل واپس تشریف لے آئے ہیں۔

احمدیوں نے بخیریت حج کیا

مکہ مکرمہ سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے نام جو تار ۲۷ جون کا چلا ہوا حسب ذیل تار آج ۱۴ کو پہنچا ہے۔

"احمدیوں نے بخیریت حج کر لیا (الحمد للہ) یوسف"

اس دفعہ ایک معقول تعداد میں احمدی اصحاب حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کے لئے گئے تھے۔ ان کے متعلق جناب سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب تاجر جدہ کا مذکورہ بالا تار ساری جماعت کے لئے عموماً اور حج کیلئے جانے والے اصحاب کے خویش و اقربا کے لئے خصوصاً بہت خوشی اور اطمینان کا باعث ہوگا۔

ہمیں امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے۔ کہ جو وقت اسلام پر مصائب اور آلام کی جو گھڑیاں آئی ہوئی ہیں۔ ان کے دفعیہ اور اسلام کی فتح و نصرت کے لئے احمدی حاجیوں نے مکہ مکرمہ کی اس پاک اور مقدس سرزمین میں جہاں سے چشمہ اسلام پھوٹا۔ پر خلوص دعائیں کی ہونگی۔ خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور جلد سے جلد اپنی قدرت کا کرشمہ دکھائے۔ آمین

سیالکوٹ میں عظیم الشان جلسہ

جماعت احمدیہ شہر سیالکوٹ نے لیکچروں کا انتظام کیا۔ اور تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے دوستوں کو دعوت دی۔ بالخصوص سکھ صاحبان کو ۱۲ مئی (دنگل) کی شام مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے زیر صدارت جناب میر عبدالسلام صاحب امیر جماعت احمدیہ شہر سیالکوٹ "اسلامی رواداری" پر تقریر کی۔ سامعین کی تعداد قریباً ڈیڑھ دو ہزار تھی جس میں تمام مذاہب کے لوگ شامل تھے۔ مولوی صاحب نے قرآن کریم سے ایسے دلچسپ پیرایہ میں اس مضمون کو بیان فرمایا۔ کہ تمام لوگ عش عش کر اُٹھے۔ اور بے ساختہ کہہ اُٹھے کہ واقعی اسلام اور قرآن کریم نے حقیقی رواداری سکھائی ہے۔ لوگوں پر اس کا کتنا اثر ہوا؟ اس کا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے۔ کہ تقریر کے خاتمہ پر باوجود سوا گھنٹہ لیکچر ہونے کے پبلک کی یہی خواہش تھی۔ کہ تقریر جاری رہے۔ ایک اکالی سکھ صاحب خاتمہ پر سٹیج پر تشریف لائے۔ اور مولوی صاحب سے ملکر فرمانے لگے۔ کہ ہمیں آج پتہ لگا ہے۔ اسلام نے رواداری کا نہایت اعلیٰ سبق سکھلایا ہے۔

دوسرے روز جناب شیخ محمد یوسف صاحب (سابق سورن سنگھ) ایڈیٹر نور کا لیکچر ہوا۔ سامعین کی تعداد پہلے دن سے بڑھ گئی تھی۔ معزز سکھ صاحبان کثرت سے شریک جلسہ تھے۔ جناب شیخ صاحب نے ۱½ گھنٹہ تک اپنے قیمتی خیالات سے محظوظ فرمایا۔ آپ نے ثابت کیا۔ کہ سکھ ازم اسلام کا مؤید ہے۔ اور نہایت قابلیت سے ان اعتراضوں کا مدلل جواب دیا۔ جو بعض بد اندیشوں کی طرف سے مسلمان بادشاہوں پر سکھ گوروں کے ساتھ بدسلوکی کرنے کے متعلق پیش کئے جاتے ہیں۔ بعض سکھ صاحبان نے اس بات کا اظہار کیا۔ کہ اس میں کوئی شک نہیں جو کچھ بیان ہو رہا تھا۔ یہ سب کچھ ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن سکھ علماء ہمیں عام طور پر سناتے نہیں۔ یہ لیکچر بے نظیر لیکچر تھا جس نے لوگوں کے قلوب پر ایک نہایت گہرا اثر ڈالا۔

تیسرے روز پھر مولوی اللہ دتا صاحب نے مسلمانوں کی تربیت اور غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام پر لیکچر دیا۔ اس روز پبلک بہت زیادہ تھی۔ مولوی صاحب نے اس مضمون کو احسن طریق سے بیان فرمایا۔ جب مولوی صاحب نے مسلمانوں کی موجودہ غفلت اور بیکسی کا ذکر کرتے ہوئے ہندوؤں کے رسالہ ورتمان کا مضمون سنایا جس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی ہے۔ تو مسلمانوں کے کلیجے پھٹے جاتے تھے۔ اور چیخ و پکار سے تمام جلسہ گاہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ آخر لوگ اس مضمون کے سننے کی تاب نہ لا سکے۔ اور چلا اُٹھے کہ ہم میں اب حوصلہ نہیں ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے وہ رسالہ ہاتھ سے پھینک دیا۔ اور کہا اگر آپ سن نہیں سکتے تو میں اس کو پڑھ بھی نہیں سکتا۔ اور سب مسلمانوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی۔ کہ آج ان دشمنانِ اسلام کو ہماری ساری قوم کا اس قدر بھی پاس نہیں رہا جس قدر کہ ایک معمولی آدمی کے احساسات کا ہوتا ہے۔ اور اس قسم کے مصنفین میں اس قدر بھی شرافت نہیں رہی حقیقت میں کہ ایک چوہڑہ میں بھی ہوتی ہے۔ ان مصنفوں کی غرض ان مضمونوں سے یہ ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کو اس قدر جوش دلانا چاہتے ہیں کہ مسلمان آپے سے باہر ہو جائیں۔ اور اس طرح انہیں اپنی سنگھٹن میں مدد ملے۔ پس مسلمانوں کو اپنے جوشوں کو دبا کر غیرت پیدا کرنی چاہیئے۔ اس قسم کے حملوں کے دفعیہ کیلئے مندرجہ ذیل تین باتیں مولوی صاحب نے بتائیں۔ جو مسلمانوں کو اختیار کرنی چاہئیں۔

(۱) اپنی عملی حالت کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ (۲) تبلیغ اسلام خاص نظام کے ماتحت شروع کر دینی چاہیئے۔ (۳) مسلمانوں کی تمدنی حالت کو درست کیا جائے۔ ان تجاویز کو مفصل طور پر مولوی صاحب نے لوگوں کے ذہن نشین کیا۔ اور مسئلہ چھوت چھات کی اہمیت پر بھی توجہ دلائی۔ تاکہ مسلمان اس خسارہ سے بچ سکیں۔ جو مدت سے اُٹھا رہے ہیں۔ اور اپنے میں غیرت پیدا کریں۔ کہ جو شخص مسلمان کے ہاتھ کی چیز نہیں کھاتا۔ مسلمان کیونکر گوارا کر سکتے ہیں۔ کہ اس کے ہاتھ کی خوردنی اشیاء کو استعمال کریں۔ ان تجاویز کے ساتھ لوگوں نے اتفاق کیا۔

مولوی صاحب کے بعد جناب شیخ محمد یوسف صاحب نے نہایت سنجیدگی سے ثابت کیا۔ کہ گو آریہ صاحبان حق رکھتے ہیں کہ ہمیں شدھ کریں۔ لیکن اسلام جیسے پاک مذہب کو چھڑا کر وہ کونسا مذہب ہمیں دینا چاہتے ہیں۔ کیا ایسے مذہب کی دعوت دیتے ہیں۔ جس کی تعلیم فطرت انسانی کے خلاف ہے؟ اس کے بعد جلسہ نہایت خیر و خوبی سے دعا کے ساتھ ختم ہوا۔

(حکیم محمد ابراہیم سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ شہر سیالکوٹ)

اخبار احمدیہ

اشتہارات کی اشاعت کا طریق

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آجکل جو اعلانات اور اشتہارات شائع ہو رہے ہیں۔ ان کی بہتر سے بہتر اشاعت کے لئے کوشش کرنا ہر احمدی کا فرض ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان سے مستفیض ہو سکیں۔ اس بارے میں ایک دوست نے نہایت عمدہ طریق اختیار کئے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں اشتہار "اسلام کی آواز" ہوٹلوں۔ مسجدوں۔ اور مشہور دکانوں پر چسپاں کئے گئے ہیں۔ ہوٹلوں کے مالکوں اور دوکانداروں سے یہ اقرار لیا ہے۔ کہ وہ سارا سال اشتہار لگائے رکھیں گے۔ اور اس کی حفاظت کریں گے۔ جس جگہ ملازم لوگ پانچ چھ کی تعداد میں اکٹھے رہتے ہیں۔ وہاں جا کر ان کو اشتہار سنایا گیا۔ یہ بھی تجویز ہے۔ کہ ایک وکیل کے ذریعے سے جو یہاں کے مضافات کا باشندہ ہے۔ اشتہار کے مضمون کو مضافات میں پہنچایا جائے۔

دیگر مقامات کے اصحاب کو بھی اس کام میں خاص کوشش اور سعی کرنی چاہیئے۔

رنگیلا رسول کے فیصلے کے متعلق ریزولیوشن

شہر سیالکوٹ کے مسلمانوں کا ایک عام جلسہ مورخہ ۳ رجون ۱۹۲۷ء کو زیر صدارت میر عبدالسلام صاحب بی اے امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ منعقد ہوا۔ جس میں پُرامن طریق سے مندرجہ ذیل ریزولیوشن باتفاق رائے پاس ہوئے (۱) ہم مسلمانان (مسلمان باشندگان جملہ فرقہائے اسلام) سیالکوٹ کو جسٹس کنور دلیپ سنگھ صاحب جج ہائی کورٹ لاہور کا فیصلہ پڑھکر نا قابل بیان صدمہ ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے جمیع مسلمانان روئے زمین کے واجب التعظیم سردار سرور کائنات حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان والا صفات پر نہایت نازیبا اور بدترین حملوں سے پُر اور مسلمانوں کے احساسات کو مجروح کرنے والی تصنیف رنگیلا رسول کے مصنف کو جسے ماتحت عدالتوں نے مجرم قرار دیتے ہوئے سزا کا حکم دیا تھا۔ رہا کر دیا ہے۔ ایسا نادر فیصلہ کسی رنگ میں بھی تصنیف زیر بحث سے کم قابل نفرت نہیں ہے۔ جس کے خلاف ہم بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ اور پنجاب گورنمنٹ کی خدمت میں مؤدبانہ عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی کثیر التعداد رعایا کے احساسات کا پاس کرتے ہوئے اور نیز اس خیال سے کہ ایسے فیصلہ سے بدامنی کے بدترین نتائج پیدا ہونیکا احتمال ہے۔ اس فیصلہ کو پریوی کونسل میں پیش کر کے صحیح فیصلہ کے اجراء کی سعی کر کے مسلمان رعایا کو شکر گذاری کا موقعہ دے۔

انجمن شبان الاحمدین پشاور کی کارگذاری

انجمن شبان الاحمدین پشاور نے اپنے فنڈ سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ ۱۳ رمئی ایک ٹریکٹ کی شکل میں چھپوا کر ایک ہزار کی تعداد میں شائع کیا۔ جو غیر احمدیوں میں تقسیم کیا گیا۔ دوسرے انجمن ہذا کی طرف سے ایک ریڈنگ روم رفاہ عام کے فائدہ کے لئے کھولا۔ تیسرے یہ کہ ہر ایک مذہبی جلسوں میں ٹریکٹ قادیان سے منگا کر تقسیم کئے جاتے ہیں۔ مثلاً۔ آریوں کے جلسہ پر ویدوں کے سربستہ راز۔ اور عیسائیوں کے جلسہ پر کفارہ وغیرہ۔

(اختر۔ مرزا اللہ دتا اسسٹنٹ سکرٹری شبان الاحمدین پشاور شہر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - مورخہ ۱۷ جون ۱۹۲۷ء

آریہ سماج کی فتنہ زا سرگرمیاں

ٹائمز آف انڈیا کا گورنمنٹ کو بجا اور برمحل مشورہ

ٹائمز آف انڈیا نے دو ایک افتتاحیہ مقالے لکھکر اس حقیقت کے چہرہ پر سے بالکل پردہ الٹ دیا ہے۔ کہ فسادات ہند کے علل و وجوہ کیا ہیں۔ اور تمام ان فسادات کا جو ہر نئے سورج کے طلوع کے ساتھ نت نئے طریق سے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ کون ذمہ دار ہے۔ ٹائمز اور ٹائمز کے نامہ نگار ہر دو نے حالات حاضرہ کا صحیح جائزہ لیتے اور ان فسادات کی صنعت و کیفیت پر ایک مبصرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے جن لوگوں پر اس کی ذمہ داری پھینکی ہے۔ اس کا پتہ کچھ ان کے الفاظ سے ہی بہتر مل سکیگا۔ چنانچہ ٹائمز کا نامہ نگار گورنمنٹ کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی رائے کو ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے۔

"یہ واقعات جو ظاہر ہو رہے ہیں۔ ان کے اسباب و علل کا دریافت کرنا کوئی ایسا امر نہیں ہے۔ جو حکومت کے قابو سے باہر ہو۔ ہر ایک راستہ چلتا ہوا آدمی بھی جانتا ہے۔ کہ یہ فسادات آریہ سماجیوں کی جنگجویانہ اسپرٹ اور طرز عمل سے رونما ہو رہے ہیں۔ ایک مذہبی انجمن کا بہانہ کر کے اس نے اپنی شاخیں ملک کے بعید ترین حصوں میں پھیلا دی ہیں۔ اور اسی ذریعہ سے اشتعال دلانے والی کارروائیوں کا منبع بھی ظاہر ہو سکتا ہے گورنمنٹ جس قدر بھی چاہے۔ اس امر کی شہادتیں حاصل کر سکتی ہے۔ کہ یہ تمام فرقہ وارانہ فسادات آریہ سماجیوں کی بدولت ہو رہے ہیں۔" (ہمدم ۱۱ رمئی)

اور خود ٹائمز آف انڈیا کا ایڈیٹر اپنے نامہ نگار کے اس بیان اور واقعات و حالات حاضرہ پر تنقید و تبصرہ کرتا ہوا لکھتا ہے اور نہ صرف لکھتا ہے۔ بلکہ گورنمنٹ کے سامنے اس رائے کو جو آریہ سماج کے متعلق خود اس کی ہے۔ پیش کرتا ہے۔

"جیسا کہ سرکاری رپورٹوں کی بعض عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر یو۔ پی ایڈمنسٹریشن رپورٹ میں کہا گیا ہے۔ کہ ۲۶-۱۹۲۵ء میں آریہ سماجیوں کی سرگرمیوں سے نہ صرف ان کا مسلمانوں ہی سے تصادم ہوا۔ بلکہ متعصب قدیم خیال کے سناتن دھرمیوں سے بھی تصادم ہوا۔" (ہمدم ۱۱ رمئی)

یہ حقائق تھے۔ جو پیش کئے گئے تھے اور جن کو دیکھکر قطعی طور پر ناممکن تھا۔ کہ آریہ سماج جو "دیرینہ" اور "شناختی" کی خوگر بھی نہیں بے چراغ پا نہ ہو جاتی۔ شعور اور دانائی کا تو یہ فعل ہوتا ہے۔ کہ اگر کوئی اعتراض کسی پر کیا جائے یا کوئی الزام کسی پر لگایا جائے تو وہ نہایت صبر اور وسیع الحوصلگی کے ساتھ دلائل و براہین سے اس کا ازالہ کرے۔ لیکن آریہ سماج کو دیکھ لو کہ شور تو اس پر وہ ڈالا کہ گویا ہنومان جی مہاراج کی طرح پربت ہی کو نہیں ہندوستان کی دھرتی کو بھی سر پر اٹھا لیں گے۔ لیکن حال یہ ہے۔ کہ اس الزام اور اس اعتراض کا جواب ایک بھی نہیں۔ جو عند العقل ایک ادنیٰ ثبوت اس بات کا ہے۔ کہ جو کچھ ٹائمز آف انڈیا کے نامہ نگار نے بیان کیا یا جو کچھ ٹائمز آف انڈیا کے ایڈیٹر نے کہا یا جو کچھ مختلف گورنمنٹوں کی ایڈمنسٹریشن رپورٹوں نے منکشف کیا۔ سب درست اور صحیح ہے۔

حصر بیان اسی پر نہیں بیشمار امثلہ و نظائر اس قسم کی پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن سے آفتاب عالمتاب کی طرح یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے۔ کہ فسادات ہند کی پشتی پر آریہ سماج کا ہاتھ ہے۔ لیکن چونکہ قصر بیان مقصود ہے۔ اس لئے سردست ان سے احتراز کرتے ہوئے صرف یو۔ پی کی ان ایڈمنسٹریشن رپورٹوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ جو سنین ۱۷-۱۹۱۶ء اور ۱۹-۱۹۱۸ء کی ہیں۔ اور جن میں بتایا گیا ہے۔ کہ آریہ سماج اپنے جنگجویانہ خصوصیات اور فتنہ انگیزانہ اطوار میں ایک مخصوص و ممتاز فرقہ ہے۔ ان اور دوسری بیرونی شہادتوں کے علاوہ آریہ سماج کی اندرونی بھی بیشمار گواہیاں ہیں۔ اور جو آریہ سماج کے بانی ناز فرزندوں ہی کی طرف سے ہیں۔ ان سب کے دیکھنے سے بھی آریہ سماج کی یہ خصوصیت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

کم و بیش پچاس سال کا عرصہ اس فرقہ کو وجود میں آئے ہوئے منقضی ہوا ہے۔ اور یہی وہ عرصہ ہے۔ جس نے تاریخ ہند کے بے شمار ابواب میں فسادات کے ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا ہے مسلمان بھی پہلے اس ملک میں بستے تھے۔ اور ہندو بھی۔ اور پھر ان دونوں کے تعلقات بھی آپس میں خوشگوار ہی ہوتے تھے۔ اور کبھی کسی ہندو کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہوا تھا۔ کہ مسلمان غیر ملکی ہیں۔ اس لئے ان کا اس ملک میں رہنے کا کوئی حق نہیں کبھی کسی ہندو نے یہ نہیں کہا تھا۔ کہ مسلمان بہ سبب مسلمان ہونے کے گردن زدنی ہیں۔ کبھی کسی ہندو نے مسلمانوں کے مذہبی امور کی ہتک و تضحیک نہ کی تھی۔ کبھی کسی ہندو نے مغائرت مذہب کی وجہ سے مسلمانوں کے متعلق تشدد آمیز رویہ اختیار نہ کیا تھا۔ کبھی کسی ہندو نے مسلمانوں کے ناموس و عزت و آبرو پر چھاپہ مارنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اور یہی حال مسلمانوں کا تھا۔ مسلمان یہ جانتے ہوئے کہ یہ غیر مذہب کے افراد ہیں۔ مسلمان یہ جانتے ہوئے کہ پرستاران توحید کے زمرے میں ان کا کوئی شمار نہیں۔ مسلمان یہ جانتے ہوئے کہ ہندو ان سے چھوت چھات کرتے ہیں۔ مسلمان یہ جانتے ہوئے کہ ہندو ان کے ذریعے اپنے گھر بھر رہے ہیں۔ مسلمان یہ جانتے ہوئے کہ زندگی کی کئی شاخوں میں ہندو ان کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ ہندوؤں سے محبت کرتے تھے۔ ان کا ان کے مذہبی امور کا ان کی عزت و ناموس کا پاس و لحاظ کرتے تھے۔ ہندو اگر ایک ہاتھ بڑھاتے تھے۔ تو مسلمان دونوں ہاتھ بڑھا کر ان کو اپنے سینوں سے لگا لیتے تھے۔ مگر آریہ سماج کا وجود میں آنا تھا۔ کہ ہندو ہندو نہ رہے۔ محبت عداوت سے، پیار عار سے، الفت نفرت سے۔ احترام اتہام سے اور عزت ذلت سے بدل گئی۔ یہ تو کچھ مسلمانوں کی وضعداری تھی۔ یا شرافت جو مذہب نے ان کو عطا کی ہے۔ کہ وہ باوجود اس نئی افتاد و رفتار کو دیکھنے کے ہندوؤں سے اسی دیرینہ سلوک کے روادار رہے۔ ورنہ اگر وہ بھی ان کی طرح ہوتے تو خدا جانے کیا کچھ اندھیر مچ جاتا۔

غرضیکہ امتداد و رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ آریہ سماجی سرگرمیاں بھی ترقی پذیر ہوتی چلی گئیں۔ اور وسعت اور استحکام کے لحاظ سے بھی انہیں پائیداری اور مضبوطی حاصل ہوتی چلی گئی۔ اور آخر ان کے ہاتھوں اس خلیج منافرت کی تعمیل و تکمیل بلکہ توسیع ہوئی کہ جس نے ان دوش بدوش رہنے والی قوموں کو آمنے سامنے کر دیا۔

ان سماجی سرگرمیوں کا بڑا دار و مدار شدھی اور سنگٹھن پر کا ششی کے گیارہ ہوئیں

بارہویں، تیرہویں اور علی الخصوص چودہویں باب میں بیان ہے۔ کہ جہاں امن، محبت، سلوک، رواداری اور مواخات کی وہ داغ بیل رکھی گئی ہے۔ کہ اگر آدم تا ایندم دنیا کے ہاتھوں سے جلائی گئی تھی۔ جیسا اس قوم کی انجیل بھی انہیں ابواب میں ہے اور متفق علیہ بھی انہیں ابواب میں وہ بھی کبھی کیسی بیٹھ سکتی ہے۔ ایسی قوم اگر انتہا کی تہ لے تو قوم نہیں۔ ذرا پڑھ کے تو کوئی دیکھے کیا تعلیم دی گئی۔ اور کیا سپرٹ ان میں پیدا کی گئی۔ نہ اسلام کو چھوڑا ہے۔ نہ عیسائیت کو اور نہ دوسرے مذاہب کو۔ ان سب کے متعلق وہ ہتک آمیز کتاب ہیں اس کے ماننے والوں کو دیا گیا۔ کہ زہر کا اثر تو شاید زائل ہو جائے۔ مگر اس کی کسی کی چھڑی ہرگز نہ اترے۔ خواہ ہزار احراق سے تریاق لایا جائے۔

ان حالات میں ٹائمز آف انڈیا کے مضمون نگار اور ٹائمز آف انڈیا کے ایڈیٹر کی رائے بالکل درست ہے۔ کہ ان سب فسادات کی وجہ آریہ سماجی سرگرمیاں ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ جب لوگ یہی جانتے ہیں۔ کہ بانی فساد آریہ سماج ہے۔ جب گورنمنٹ بھی یہ علم رکھتی ہے کہ فتنہ و فساد کا مواد آریہ سماج کی سوت سے نکلا ہی اور نکلتا بھی ہے۔ تو کیا اس سوت کا منہ بند کرنے کی کوئی تدبیر نہیں۔ آخر امن انعامات الہیہ میں سے ایک گراں پایہ انعام ہے۔ انسانی زندگیاں خواہ وہ کس قدر کم پایہ کے افراد کی ہی ہوں۔ بڑی قیمتی ہوتی ہیں۔ عزت و ناموس ہی وہ شئے ہے کہ جس کے متعلق مشہور ہے۔ "جان جائے پر آن نہ جائے" پھر ان سب پر ان کا ہاتھ پڑ رہا ہے۔ کیا ان کے ہاتھ روکنے کا کوئی آلہ نہیں۔ ان کی سرگرمیوں سے فرقہ وارانہ فساد ایک عرصہ سے ہو رہے ہیں۔ کشیدگیاں روز بروز بڑھ رہی ہیں۔ نفرتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ مطلب اس کی ناموس و تاراج کی جا رہی ہے۔ تجارت اور معاشرت کے میدان قائم ہو رہے ہیں۔ صورت حالات کی اس نزاکت کو دیکھ کر ٹائمز کے ایڈیٹر نے پورا اظہار کیا کہ

"گورنمنٹ کے لئے صرف وقتاً ہی کافی نہیں ہے کہ وہ فسادات کو فرو کر سکے۔ یا اس وقت فوج اور پولیس پہنچے جبکہ فسادات میں جان اور مال کا نقصان ہو چکا ہو۔ گورنمنٹ کا یہ بھی اس سے زیادہ اہم فرض ہے (خواہ کسی خیال پر ہندوستان کی زندگی میں فسادات آئے دن کی بات ہو گئی ہو) کہ وہ فسادات کے وقوع کو روکنے کی ہر ممکن جدوجہد کرے۔" (ہمدم ۲۷ مئی)

اور ساتھ ہی کہا کہ

"حکومت آریہ سماجیوں کے مدرسہ کی اور ان کی سرگرمیوں کی تحقیقات کرے۔ اسی طرح تنظیم اور شدھی کی اور دوسری فرقہ وارانہ سرگرمیوں کی بھی۔ اگر ان میں فرقہ وارانہ فساد کا کوئی عنصر پایا جائے۔ تو اس کو روکے۔" (ہمدم ۱۲ مئی)

تو بالکل بجا کہا۔ اور ایک دیانتدارانہ مطالبہ پیش کیا۔ نقصانات ہو جانے کے بعد فسادات کو روکنا اس قدر مفید نہیں جس قدر کہ فسادات کے خطرات کو دیکھ کر تدابیر حفظ ماتقدم کو اختیار کر کے فساد ہی کو نہ ہونے دینا۔ پس گورنمنٹ جو ایک مہربان ماں کی طرح ہندوستان کے جملہ افراد کے لئے ہے۔ جب آریہ سماجیوں کی سرگرمیوں میں فساد کا عنصر اور وجہ دیکھتی ہے۔ تو اسے اسی مشورہ پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ یہ کوئی مذہبی دست اندازی نہیں کہلائیگی اور نہ ہی یہ آواز قابل سماعت ہوگی۔ کہ "مذہب خطرہ میں ہے" کیونکہ ٹائمز نے اپنے مشورہ مذکورہ بالا کے ساتھ ہی "ستی" کی بندش کا واقعہ پیش کر کے جیسے لارڈ ولیم بنٹنگ نے جان انسانی کا اتلاف ہوتے دیکھ کر اسے بیک قلم بند کر دیا۔ اور بتا دیا کہ یہ رسم بھی چونکہ مذہب کے پردے میں ادا کی جاتی تھی۔ جب روک دی گئی تو گو کچھ عارضی شور ہوا اور مخالفت کی گئی لیکن اب کوئی نہیں جو اس کی تجدید کا مطالبہ کرے۔ اسی طرح ان علل و وجوہ کو بھی ناپید کر دینا چاہیئے۔ جو آریہ سماج کی سرگرمیوں سے ملک کے امن کو ہمیشہ سے اکھاڑ دینے کا باعث ہو رہی ہیں۔ تا لوگوں کا جان و مال اور دین و ایمان محفوظ و مصئون رہے۔

کرپان نہیں کرپان کا ناجائز استعمال قابل اعتراض ہے

شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرتسر کی مجلس منتظمہ میں ۲۷ مئی کو بعض قراردادوں کے ضمن میں ایک ایسی قرارداد بھی منظور کی گئی ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے کرپانوں کے بے تحاشا کچھ کاروائی کئے جانے کے متعلق گورنمنٹ سے درخواست کی ہے۔ اور پھر کہا ہے۔ کہ کرپان چونکہ سکھوں کا مذہبی نشان ہے۔ اس لئے اگر اس میں کچھ مداخلت کی گئی تو یہ سکھ قوم کے جذبات و عقائد کو مجروح کرنے کے مترادف ہوگی۔ قطع نظر اس بات کے کہ سکھ صاحبان نے مسلمانوں کی آواز کو صحیح طور پر سمجھا یا غلط طور پر۔ اور قطع نظر اس بات کے کہ بعض مسلمانوں نے اپنے مافی الضمیر کو واضح طور پر بیان کیا یا غیر واضح طور پر۔ ہم تمام سکھ صاحبان سے بالعموم اور شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی سے بالخصوص یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ کرپان قابل اعتراض نہیں۔ کرپان کا ناجائز استعمال قابل اعتراض ہے چنانچہ امام جماعت احمدیہ نے اخبار "ہندو ہیرلڈ" کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے اس موضوع پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ سب سے پہلی بات جو بطور اصل کے حضور نے معترض کو مخاطب کرتے ہوئے بیان فرمائی۔ یہ ہے۔

"مضمون نگار نے اس بات پر غور نہیں کیا۔ کہ ہتھیار رکھنے سے امن میں خلل نہیں پڑتا۔ بلکہ ہتھیار کے ناجائز استعمال سے خلل پڑتا ہے۔" (الفضل ۳ جون)

پھر خاص کرپان کا جب ذکر آتا ہے۔ تو فرماتے ہیں۔

"حق یہ ہے۔ کہ سکھوں کے گورو صاحب نے کرپان رکھنے کا جو حکم دیا۔ وہ ٹھیک دیا تھا۔ اس وقت سکھوں کو خطرات تھے۔ اور دوسرے لوگ ہتھیار رکھتے تھے۔ پس گورو صاحب نے سکھوں کے اخلاق کی درستی کے لئے کرپان رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اور نہایت اچھا حکم دیا تھا۔ میں اس حکم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ گورو صاحب نے اپنی قوم پر بڑا احسان کیا۔ کیونکہ اس کے اخلاق کی نگرانی کی۔" (الفضل ۳ جون)

اندریں حالات ہم شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی سے درخواست کریں گے۔ کہ وہ اس موضوع پر اس زاویہ نگاہ کو بدل دینے کی کوشش کرے۔ جو غلط فہمی سے اس نے قائم کر لیا۔ اور ساتھ ہی ان سکھوں کو سمجھائے۔ جو اس قومی نشان کو یا تو وقتی جوش سے یا کسی مطلب پرست کے آلہ کار بن کر ناجائز طور پر استعمال کرتے ہیں۔

دعا پر اعتراض

مسیحیوں کی جگہ اور اگر کوئی دعا پر اعتراض کرتا یا ان باتوں پر ہنسی تمسخر کرتا جو دعا کے ذریعہ حاصل ہوں۔ تو شاید اس قدر تعجب نہ ہوتا۔ لیکن مسیحیوں کی طرف سے دعا پر اور دعا کے ذریعہ حاصل ہونیوالے امور اور پیدا ہونیوالے ثمرات پر اعتراض اور تمسخر دیکھ کر ہماری حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہیں رہتی۔ وہ قوم جس کی گڑھتی میں ہی دعا کی تعلیم ہو۔ وہ قوم جس کی تمام کامیابیوں کا مدار ہی دعا پر ٹھہرایا گیا ہو۔ وہ قوم جس کی تعلیم میں پیچھے پیچھے پر دعا کے الفاظ اور دعا کرنیکا حکم ہو۔ وہ قوم آج دعا ہی پر اعتراض اور تمسخر کرتی ہے۔ کیا عیسائی صاحبان ان دعاؤں سے جو جناب مسیح نے کیں اور ان دعاؤں کے نتائج سے جو جناب مسیح کی دعاؤں کے جواب میں ہندی یا بدیہی دیکھے گئے انکار کر سکتے ہیں۔ جناب مسیح کا تھوڑے کھانے کو بہت کر دینا۔ شراب کے ایک مٹکے سے ہزار مٹکے کو پر کرنا۔ بیماروں کو اچھا کرنا۔ بقول عیسائی حضرات مردوں کو زندہ کرنا۔ صلیب کے وقت آنے کے وقت میں تمام رات بڑے درد و کرب سے خدا کو پکارنا اور پھر ہر موقعہ پر دعا کی تلقین کرتے رہنا اور دعا کی تحریص و ترغیب دلانے کیلئے انہیں کہنا کہ اگر تم میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا۔ تو وہ کر سکو گے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ جو میں کرتا ہوں۔ اور اگر پہاڑ کو بھی کہو گے۔ کہ ہٹ جا تو وہ ہٹ جائیگا۔ کیا اس بات کی کوئی گنجائش عیسائیوں کے پاس رہنے دیتے ہیں۔ کہ وہ دعا یا دعا کے ثمرات پر اعتراض یا تمسخر کریں۔ اگر نہیں۔ تو کیوں "ہندوستان" نے ۲۳ رجون کے پرچے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی دعا کی اس اجابت پر تمسخر اڑایا ہے۔ کہ جس کی بدولت برادر رحمت علی کی سزائے پھانسی سے مخلصی ہوئی۔ اپنی ہی تعلیم کے مطابق اپنی عاقبت کی فکر کرے۔ کیونکہ اس کا یہ اعتراض اور تمسخر بتاتا ہے۔ کہ عمل تو عمل دعا پر اس کا ایمان بھی نہیں رہا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی توجہ کیلئے

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے ۳ جون کے اہلحدیث میں عیسائیوں اور احمدیوں کے درمیان ایک ایسے مباحثہ کا ذکر کرنے کے لئے کہ جس میں عیسائیوں کے مناظر پادری عبدالحق صاحب جو بقول اہلحدیث اپنے آپ کو "موٹا خنزیر" کہتے ہیں۔ گوجرانوالہ سے بن مباحثہ کئے ہی راہ فرار اختیار کر گئے اور جن کے فرار کے متعلق مولوی صاحب موصوف کو بھی تعجب ہے۔ کہ اپنے قول کے مطابق بمبئی میل پر سوار ہونے کے لئے نہ وہ اسٹیشن پر اور نہ گاڑی میں دیکھے گئے۔ ایک ایسا عنوان تجویز کرتے ہیں۔ جو سراسر نامناسب ہے۔ مولوی صاحب کہنا تو یہ چاہتے ہیں۔ کہ ایک ایسا شخص جو اپنے آپ کو بقول اہلحدیث خود خنزیر کہتا ہے احمدیوں سے بھاگ گیا۔ اور عنوان کے لئے اگر انہوں نے خنزیر کا لفظ ہی استعمال کرنا تھا۔ تو اس کے لئے وہ یہ عنوان آسانی سے تجویز کر سکتے تھے۔ کہ "عیسائی خنزیر احمدیوں سے بھاگ گیا" مگر وہ یہ تو کرتے نہیں۔ اور اس کے بالمقابل ایک ایسا عنوان تجویز کرتے ہیں جس سے فوری طور پر جو بات متبادر فی الذہن ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جیسے کوئی احمدی (نعوذ باللہ) خنزیر ہے۔ اور وہ بھاگ گیا ہے۔ چنانچہ ان کے عنوان کے الفاظ یہ ہیں "مرزائی خنزیر بھاگ گیا"۔ مولوی صاحب نے یہ تو مان لیا۔ کہ عیسائیوں کا مایۂ ناز مناظر پادری عبدالحق بھاگ گیا۔ مگر کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر اس کے لئے وہ سلجھے ہوئے الفاظ استعمال کرتے کہ تا اسلام کی شوکت کا اظہار ہوتا۔

کیا ہم امید کریں۔ کہ اگر اور نہیں تو موجودہ زمانہ کی نازک صورت حال کا مطالعہ کرتے ہوئے وہ اس قسم کے مغالطہ دینے والے الفاظ سے کہ جن سے شان اسلامی کے اظہار کو بھی صدمہ پہنچتا ہے۔ احتراز کرینگے۔

تبلیغ اگر نہیں تو کیا شدھی امن کی ضامن ہے

آریہ گزٹ اپنی ۳۰ جیٹھ کی اشاعت میں اس بات پر معترض ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے تبلیغ اسلام ہر گھر میں پہنچا دینے کو جو خونریزیوں کا علاج بتایا ہے۔ وہ غلط ہے اور پھر اس کی دلیل یہ لایا ہے۔ کہ اگر صرف اشاعت اسلام ہی خونریزیوں کا علاج ہوتی تو جنگ کربلا نہ ہوتی۔ خوب! دعویٰ اور دلیل کا جوڑ انوکھا۔ نرالا اور واقعی مزیدار ہے۔ فلسفی اگر سر پیٹ لیں تو ان کا اپنا قصور ہے۔ جاشنہ صاحب بالکل بے قصور بلکہ خوشحال اور پھر خورسند صاحب سے کوئی پوچھے کہ جنگ کربلا کو اشاعت اسلام کے ساتھ کیا تعلق؟ جنگ کربلا کے متخاصمین تو تمام کے تمام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے تھے۔ اور اگر بطور فرض کے تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیا جائے۔ کہ اسلامی جنگیں اشاعت اسلام کے لئے تھیں۔ تو اس جنگ کے متخاصمین ہی جو کہ پہلے ہی کلمہ طیبہ کے پڑھنے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور قرآن پاک کے ماننے والے تھے۔ اشاعت اسلام کی کیا ضرورت تھی۔ کہ اس کو بطور دلیل کے پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ اشاعت اسلام سے خونریزیاں ہوتی ہیں۔

باقی رہا اصل قضیہ کہ تبلیغ اسلام سے خونریزیاں ہونگی۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ "شدھی شدھی" کا شور جو آپ نے ڈال رکھا ہے۔ اور آپ یہ چاہتے ہیں۔ کہ تمام ہندوستان کو شدھ کر لیا جائے۔ کیا تبلیغ اگر فساد اور خونریزیاں کریگی۔ تو سارے ہندوستان کی شدھی موجب فساد اور باعث ہلاکت بنیائے انسانی و نقصان مالی نہ ہوگی۔ اگر نہیں تو کیوں؟

کھان پان

روٹی بیٹی اور کھان پان کے لالچ سے ہندوؤں نے بہت سے لوگوں کو شدھ کیا۔ اور یہی ایک بڑا ذریعہ بعض ان اچھوت اقوام کے شدھ کرنے کا ان کے پاس ہے۔ جو اپنی پریشان حالی سے نجات حاصل کرنے کے لئے ادھر ادھر دیکھ رہی ہوتی ہیں۔ اس بھرتے پر انہوں نے بہت سے اشخاص کو شدھ کیا۔ لیکن اس اشدھ ہونے کی قدر "عافیت" اس وقت اشدھ ہونے والوں کو معلوم ہوئی۔ جب روٹی بیٹی اور کھان پان کے سلوک سے ہندوؤں نے ان کو ٹکا سا جواب دے دیا۔ ہمارے ایک مبلغ جو علاقہ فرخ آباد میں مقیم ہیں۔ اس قسم کے ایک تازہ واقعہ کی اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ایک گاؤں میں ایک شادی کی تقریب پر مجھے جانا پڑا۔ وہاں میں نے دیکھا۔ کہ ایک شخص سکندر خان جو اشدھ ہو کر شنکر سنگھ بن چکا ہے۔ جب کھانا تقسیم کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ تو لوگوں نے شور ڈال دیا کہ ہم اس کے ہاتھ کا نہیں کھائیں گے۔ ہندوؤں نے کہا۔ کہ یہ مسلمان تھا۔ اس لئے ہم اس کے ہاتھ کے کھانے کو ہاتھ تک نہ لگائیں گے۔ اور مسلمانوں نے کہا کہ چونکہ یہ اب اشدھ ہو گیا ہے۔ اس لئے ہم اس کے ہاتھ کا کھانا نہ کھائیں گے۔ پھر دوسرے دن اسی قسم کا جھگڑا پیدا ہوا اور برہمنوں نے بعض ان ہندوؤں کے متعلق کہ جو شنکر سنگھ سابق سکندر خان کے ہاں سے کھانا کھا چکے تھے۔ یہ کہا کہ چونکہ یہ ایک جنم کے مسلمان کے ہاتھ سے کھانا کھا کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے ہاتھ کا بھی نہیں کھا سکتے۔

یہ اور اس قسم کے تمام واقعات بتاتے ہیں۔ کہ ہندوؤں کے یہ صرف بھرتے ہی ہیں۔ کہ ہم شدھ ہونے والے لوگوں کے ساتھ روٹی بیٹی اور کھان پان کریں گے۔ کیونکہ نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی اپنے مذہب کی رُو سے ایسا کر سکتے ہیں۔ پس شدھ ہونے والے لوگوں کو ہوش کرنا چاہیئے۔ کہ دین کے ساتھ دنیا بھی نہ گنوائیں۔

دراز دستی ایں کوتاہ آستیناں بیں

کیا اب بھی گنجائش انکار ہے کہ اسلام اس وقت مشکلات میں نہیں جبکہ ایک طرف آریوں اور ہندوؤں کی یورش اسکے برپا ہو رہی ہے۔ اور دوسری طرف عیسائیوں اور دیگر مذاہب کی۔ سمندروں کی درلی طرف تو آریوں اور ہندوؤں نے اسلام کے برخلاف کمر ہمت باندھ رکھی ہے۔ اور سمندروں کی درلی اور پرلی دونوں طرف عیسائیوں نے اسلام کی دشمنی اور پائمالی کے لئے بھی ہم نے اخباروں میں پڑھا ہے۔ کہ موقعہ پا کر مصر میں عیسائیوں نے ریل پیل کرنی شروع کر دی ہے۔ چنانچہ ان کی اس مذہبی ریل پیل کے برخلاف مصریوں نے صدائے احتجاج بھی بلند کی ہے کہ پادری صاحبان کو واپس بلایا جائے۔ ادھر یورپ پادریوں اور بھی مبلغوں کو بیجا روانہ کر رہے ہیں۔ اور ادھر مقامی اور مرکزی طور پر بھی اسلام کی دشمنی میں مصروف ہیں۔ اور کوئی موقعہ خالی نہیں جانے دیتے۔ جس میں اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کوئی نہ کوئی حملہ نہ کر دیتے ہوں۔ چنانچہ پادری رزیمر اسی قسم کے پادریوں میں سے ایک پادری ہے۔ آغاز اپریل میں اس نے وکٹوریا انسٹیٹیوٹ ویسٹ منسٹر میں "اسلام میں عورت کی حیثیت" پر ایک لیکچر دیا۔ اس میں پادری صاحب نے عورت کی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

"خواہ عرب و ایران کی شاعری کا مطالعہ کیا جائے خواہ ترکی کے دیو دیری کے افسانوں کا خواہ مراکش کی پرانی کہانیوں کا اور خواہ الف لیلہ کے جواہر دروں کا۔ عورت کی تصویر شریفانہ اور با عصمت کہیں بھی نظر نہ آئے گی"۔ (ایپی فینی ۴ مئی)

کوئی پادری صاحب سے پوچھے۔ کہ ثابت تو کرنے بیٹھے ہو۔ "اسلام میں عورت کی حیثیت" کا مسئلہ جسے آپ نے وضع اور کم یہ صورت میں ہی دکھانے کی کوشش کرتی ہے۔ اور پتہ بتاتے ہیں۔ عرب و ایران کی شاعری۔ ترکی کے دیو دیریوں کے افسانوں مراکش کی کہانیوں اور الف لیلہ کے جواہر دروں کا۔ بھلا "اسلام میں عورت کی حیثیت" کے مسئلہ کو ان مزخرفات سے کیا تعلق؟ کیا یہ قرآن ہیں یا حدیث کہ جن سے استدلال کیا گیا ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

پھر آپ اسلامی پردہ کے متعلق بھی ایک رکیک حملہ بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کرتے ہیں۔

"The veil would never have existed except for the

insane jealousy of Mohammad!

"اگر عورتوں کے معاملہ میں محمد (صلعم) کا رشک وحسد جنون کی حد تک نہ پہنچا ہوتا۔ تو یہ نقاب کا رواج نہ ہوتا"

(ریچ ۳۰ جون بحوالہ کرسچین لنڈن، اپریل ۱۹۲۶ء)

کیسی خطرناک بدنیتی ہے۔ جو ان دلدوز الفاظ میں ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ اس سے بچائے۔ اور ان لوگوں کو سمجھ عطاء کرے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن بدیوں اور برائیوں کو پردے کا حکم دیکر روکا۔ وہ ایسی تو نہیں۔ کہ معلوم نہ ہوتیں۔ کیا پادری صاحبان کو یورپ کی بداخلاقی سے یہی سبق حاصل نہ ہوا۔ کیا بعض یوروپین فرقہ نسوان کی حیاء سوز کارروائیاں بھری ہوئی دن یوروپین اخبارات میں نرگس بھری آنکھ کے ساتھ یوروپین قلموں سے لکھی جاتی ہیں۔ پادری صاحب کے لئے درس آموز نہیں ہو سکتیں۔ پادری صاحب انہیں بداخلاقیوں کی روک تھام کے لئے کہ جن سے آج آپ نالاں ہیں۔ آنحضرت صلعم نے پردہ کا حکم دیا۔ اور دنیا کے تختہ پر ایک باعفت وعصمت جماعت پیدا کر دی۔

تعمیر مسجد کی مخالفت ہندو بھائیوں کی طرف سے

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہندو صاحبان ان دنوں مسلم دشمنی اور مسلم پامالی پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ ہندوؤں کی سنگھٹن کے متعلق جو اخبارات میں گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ مسلمان جو مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں۔ تو وہاں وہ اپنے سود و بہبود کی خاطر تجویزیں سوچتے ہیں۔ اس لئے ان پر مساجد میں جمع ہونے کے متعلق قیود و پابندیاں لگا دینی چاہئیں۔ تا ان کے وہ اجتماع جو فرائض مذہبی کی ادائیگی اور مراسم عبادت کی سرانجام دہی کے لئے ہوتے ہیں۔ نہ ہونے پائیں۔ لیکن اب ان کا قدم اور بھی آگے اٹھا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ مسلمان اگر کسی جگہ مسجد بنانا چاہیں۔ تو انہیں مسجد بنانے نہ دینا چاہیئے چنانچہ صاحب "ریچ" جو کہ آریہ پروپیگنڈا کا پرجوش پرچار ک ہے لکھتا ہے۔

"مقام ہردوار پنٹ فارم ہرکی پوڑی کے مقابل نیل دھارا گھاٹ جہاں سے چنڈی مندر کی چڑھائی شروع ہوتی ہے وہاں پر ایک مسلمان فقیر کی قبر ہے۔ جو مٹی کے ایک ڈھیر کی صورت ہے۔ اب معلوم ہوا ہے۔ کہ وہاں چند مسلمانوں نے خفیہ طور پر صلاح کر کے ایک مسجد تعمیر کرنے کی تجویز کی ہے۔ افسران کو اس کے متعلق دریافت کر کے فوری کارروائی کرنے کے بعد فوراً اعلان کرنا چاہیئے۔ تا کہ ہردوار اور رشی کیش کے ہندوؤں کی بے چینی دور ہو جائے"

(ریچ ۱۳ جون)

ہندوؤں کے یہ بڑھے ہوئے حوصلے خدا جانے کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اس ضد اور ہٹ سے نہیں۔ کہ ضرور ہی مسجد بننی چاہیئے۔ بلکہ اصول کے طور پر یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ مسلمان جبکہ ایک ایسی جگہ پر خدائے واحد کی عبادت کے لئے مسجد بنانا چاہتے ہیں۔ جہاں ایک مسلمان فقیر کی قبر بھی موجود بتائی جاتی ہے۔ اور جو اس بات کی بین دلیل ہے۔ کہ یہ جگہ مسلمانوں کی مملوکہ و مقبوضہ ہے۔ اور مسلمانوں کے ہی زیر استعمال ہے۔ تو ہندوؤں کو اس پر کیا گنجائش انکار ہو سکتی ہے۔ گو ہندوستان کے موجودہ میل ونباہ سے یہ قیاس ادنیٰ کر پیدا ہوتا ہے کہ مسجد تو مسجد اب مسلمان فقیر کی قبر کے نشان کی بھی خیر نہیں۔ لیکن تاہم یہ دیکھ کر کہ سوائے ضد اور تعصب کے اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ جو تعمیر مسجد پر مانع ہو۔ ہم ہندو دیت سے یہ توقع کر سکتے ہوئے کہ وہ اس ضد اور تعصب کو کام میں نہ لائے۔ یہ پوچھنے کی جرأت کریں گے۔ کہ کیا وید یہ پسند نہیں کرتی کہ مسلمان کسی جگہ اکٹھے ہو کر اس خدا کی عبادت کریں کہ جسے وہ پرمیشور کے نام سے یاد کرتی ہے۔

اہل بہاء کے خداؤں پر عذاب

بہائیوں کا بیان ہے۔ کہ "حضرت بہاء اللہ" جلا وطنی اور قید تنہائی کے تکلیف دہ عذاب میں مبتلا رہے۔ اور کبھی بغداد اور کبھی قسطنطنیہ مارے مارے پھرتے رہے۔ چنانچہ بابیوں کا اخبار کوکب ہند لکھتا ہے۔ کہ حکومت وقت نے "شدت کے باعث آپ کو قسطنطنیہ میں جلاوطن کر دیا گیا۔ ۔۔۔۔ اور وہاں سے آپکو اور نہ معلوم کہ رومیلیا میں جلاوطن کیا گیا"

پھر لکھا ہے۔ کہ ۱۸۶۸ء میں حضرت بہاء اللہ پھر ایک دفعہ جلاوطن کئے گئے۔ اور اس دفعہ آپ کو عکہ میں رکھا گیا۔ جو ترکی سلطنت کا کالا پانی تھا۔ ۔۔۔۔ جس کی آب وہوا نہایت مضر صحت اور وہاں کا رہنا نہایت ہی عذاب تھا"

(کوکب ہند کونشن نمبر ۱۹۲۵ء)

علی محمد باب کے متعلق لکھا ہے "باب اعظم نقطۂ اولی عز اسمہ الاعلیٰ محمد علی شیرازی المسان بود ۔۔۔۔ و در سن بیست و پنج سالگی بامراللہ قیام فرمودہ و در مدت ہفت سال کہ تمام آن در حبس وسختی گذشت" (کتاب الفرائد ص)

عبد البہاء عباس آفندی کے متعلق لکھا ہے "حضرت عبد البہاء نے اپنے بزرگ والد کے ساتھ عمر کا بڑا حصہ گذار دیا۔ چالیس ۴۰ سال تک عکہ میں رہے" (کوکب کنونشن نمبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۵)

یہ تو ہوا انکی اسیری کا حال۔ اب سنئے مرزا حسین علی صاحب کے فرزند رشید عبد البہاء کیا فرماتے ہیں۔

عذاب دو قسم کا ہوتا ہے۔ عذاب لطیف، عذاب غلیظ۔ مثلاً جہالت کا ہونا عذاب ہے۔ مگر یہ عذاب لطیف ہے۔ دوسری قسم کا عذاب۔ عذاب غلیظ ہے۔ جیسے مختلف سزائیں مثلاً قید کرنا، بید لگانا، دیس نکالا ہے۔ جلاوطنی اور قید تنہائی ہے" مفاوضات عبد البہاء کوکب یکم اپریل ۱۹۲۶ء

اب سوال یہ ہے۔ کہ مرزا حسین علی صاحب ایرانی۔ اور جناب نقطۂ اولیٰ اور خود عبد البہاء چالیس سال تک اس عذاب غلیظ میں کس وجہ سے مبتلا رہے۔

اس سوال کی عقدہ کشائی مرزا حسین علی صاحب اپنی کتاب اقتدار میں یوں فرماتے ہیں۔

وان اصرّ علی ما قال یبعث علیہ من لا یرحمہ۔ کہ جو جھوٹا دعویٰ کرے گا۔ اور اپنے دعویٰ پر مصر رہیگا۔ تو اس پر ایسا جابر وظالم حاکم مسلط کیا جائے گا۔ جو اس پر رحم نہ کرے گا۔

بہائیوں کے بیان کے مطابق مرزا حسین علی صاحب پر آخری وقت تک جابر وظالم حاکم مسلط رہے ہیں۔ پس نتیجہ یہ نکلا۔ کہ مرزا حسین علی وغیرہ اسی عذاب غلیظ میں اس لئے مبتلا رہے۔ کہ جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ اور اپنے قول میں کاذب تھے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یہود نا مسعود کے متعلق فرماتا ہے وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ کہ جب یہود حد سے بڑھ گئے۔ تو اس وقت تیرے رب نے اچھی طرح جتا دیا۔ کہ وہ ان یہود پر قیامت تک ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہیگا۔ جو انکو عذاب غلیظ پہنچاتے رہیں گے۔

آیت مبارکہ میں قیامت کا لفظ خصوصیت سے قابل غور ہے۔ اہل بہاء کے نزدیک قرآن میں جہاں کہیں قیامت کا لفظ آیا ہے۔ اس سے مراد علی محمد باب کا زمانہ بعثت ہے۔ پس کچھ شک نہیں۔ کہ مندرجہ بالا آیت ایک پیشگوئی کا رنگ رکھتی ہے۔ جو اقانیم ثلاثہ باب۔ بہاء اللہ۔ عبد البہاء پر صادق آتی ہے۔ اور اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ جو اپنے بغی وطغیان کی وجہ سے اس دنیا میں عذاب غلیظ میں مبتلا رہا ہو۔ وہ آخرت میں ضرور عذاب شدید میں گرفتار ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا (سورہ بنی اسرائیل)

حافظ سلیم احمد اٹاوی۔ قادیان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

اسلام کی مذہبی و سیاسی تعریف

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ

فرمودہ ۳ جون ۱۹۲۷ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

میں نے مسلمانوں کی اس مصیبت کو دیکھ کر کہ وہ آپس کے شقاق اور تفرقہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور دشمنانِ اسلام کی طرف سے برابر اسلام اور مسلمانوں کے حقوق پر حملے کئے جاتے ہیں۔ اور اسلام کی حفاظت کے لئے کسی کو فکر نہیں۔ اور مسلمان چھوٹے چھوٹے اختلافوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ چھوٹے اختلافات کو بڑے اختلافات پر ترجیح دے کر بڑے اختلاف سے بچنے کی فکر نہیں کرتے۔ اور برخلاف اس کے چھوٹے اختلاف کے لئے اپنے اموال اور اپنی عقل اور اپنی کوشش صرف کر رہے ہیں۔ پچھلے چند سالوں کے عرصہ میں یہ تجویز مسلمانوں کے سامنے رکھی تھی۔ کہ اس زمانہ میں اسلام کی دو تعریفیں بتائی

اسلام کی مذہبی تعریف

اسلام کی ایک تعریف مذہبی ہے۔ اور اس کا ہر ایک شخص اپنی ذات میں فیصلہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق دل۔ عقائد اور ایمان کے ساتھ ہے۔ اور انسان عقائد میں آزاد ہوتا ہے۔ ایک شخص جس چیز کو سچا سمجھتا ہے۔ یہ ناممکن ہے۔ اسے محض کسی کے کہہ دینے سے جھوٹا سمجھنے لگ جائے۔ یہ تعریف تو ایسی ہے۔ کہ اس کا تعلق افراد سے ہے۔ اور اس تعریف کے لحاظ سے جو شخص جس چیز پر قائم ہو گیا۔ اس سے اس کو ہٹانا یا اس چیز کو بدلوانا انسانی طاقت اور قدرت سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف طبائع پیدا کی ہیں۔ اور انسان اس اختلاف طبائع کے سبب مختلف نتائج پر پہنچتا ہے۔ اور جس بات کو وہ پکڑ لیتا ہے۔ اس کو وہ مشکل سے چھوڑتا ہے۔ اس تعریف کی رو سے خواہ کسی کو کتنا ہی غلطی خوردہ کہیں۔ اور اس کے لحاظ سے خواہ وہ کتنا ہی کسی کو برا کہے۔ حتے کہ ولیوں بلکہ ماموروں اور نبیوں کو بھی کافر کہے۔ تو جب تک وہ انہیں کافر کہتا ہے۔ ہم اسے یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ انہیں مت کافر کہو۔ ہمارا یہ کام ہے۔ کہ ہم یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ کہ جسے تم کافر کہتے ہو وہ کافر نہیں۔ اور جب تک وہ جیسے کہتا اور ویسا سمجھتا ہے۔ ہم اسے یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ جو کچھ تم نے سمجھا ان کے مطابق نتائج اخذ کرو۔ اور جسے تم کافر کہتے ہو اس کے متعلق یہ کہہ دو۔ کہ مسلمان ہے۔ اگر ایسا کریں۔ تو یہ مشکل ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا کرتا ہے۔ تو وہ اپنی ضمیر کو قربان کرتا ہے۔ جب تک ہم یہ ثابت نہ کریں۔ کہ جسے وہ کافر کہتا ہے۔ وہ کافر نہیں۔ تب تک ہم اسے یہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ جسے تم کافر سمجھتے ہو۔ اسے کافر کہنا چھوڑ دو۔ ایک آدمی سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور تمام افراد سے یہ منوا لینا تو اور بھی مشکل ہے۔ اور اگر یہ ہو بھی تو اس کے لئے ایک لمبا عرصہ چاہیئے۔ کسی کو کسی کے کافر کہنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ بعض لوگ بعض مسائل کو بعض مسائل پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے اصولی عقائد سمجھتے ہیں۔ جن کو وہ بڑے اہم قرار دیتے ہیں۔ تو جن مسائل کو وہ اہم قرار دیتے ہیں۔ ان کو وہ آسانی کے ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔ ان کو تو بہرحال وہ کریں گے۔ اور ان کے لئے ان کا چھوڑنا مشکل ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ یہ ان کو چھوڑ دیں۔ تو یہ ایک اہم بات ہے۔ تو میں نے اس کو دیکھ کر پچھلے دنوں یہ تجویز کی تھی۔ کہ اسے مسلمانوں کے فرقوں میں صلح کی بنیاد نہ بنائیں۔ یہ اختلاف میرے نزدیک مٹنا ناممکن ہے۔ اور جن کے نزدیک اس کا مٹنا ممکن ہے۔ ان کے نزدیک بھی یہ کام سینکڑوں سال کے بعد ہوگا۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں سالوں سے جو اختلاف چلے آتے ہیں۔ وہ چند دنوں میں انہیں دور نہیں کر سکتے۔ اور جب ایسے تمام اختلاف چند دنوں میں نہیں مٹ سکتے۔ بلکہ ان کے لئے سینکڑوں اور ہزاروں سال کا عرصہ چاہیئے۔ تو اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ ہمیں اسی سیاسی مقابلہ کے لئے جو اس وقت دوسری قوموں سے ہے۔ ایک لمبے عرصہ تک خاموش ہو جانا چاہیئے۔ جتنے کہ یہ اختلاف مٹ جائیں۔ اور مسلمانوں کے تمام فرقے ایک ہو جائیں۔ اس بات سے جو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ مسلمان جب تک اس کی انتظار کریں گے۔ کہ مسلمانوں کے تمام فرقے ایک ہو جائیں۔ تب تک دشمن ان کو برباد کر دیگا۔ لیکن دوسری قوموں کے ساتھ جو مسلمانوں کا سیاسی مقابلہ ہے۔ اس کا تو فیصلہ چند سال میں ہونا چاہیئے۔ اب اگر ایسے فیصلہ کے لئے جو چند سال میں ہونا چاہیئے۔ ہم ایسا کام کرتے ہیں۔ جس سے صدیوں کے بعد یہ فیصلہ ہو۔ اور کون کہہ سکتا ہے۔ کہ صدیوں کے بعد بھی یہ فیصلہ ہو۔ کیونکہ یہ بھی یقینی امر نہیں۔ کہ صدیوں کے بعد ضرور ہی اسلام کے تمام فرقے اکٹھے ہو جائیں گے۔ تو باوجود اس کے ہمارا ایسا کرنا خود اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا مارنا ہے۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ضرور پہلے اختلافات کو مٹا لینا چاہیئے۔ اس سے انہیں روکتا کون ہے۔ وہ اس کوشش کو بھی جاری رکھیں۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ اس وقت چند سال تک ایک فیصلہ ہونے والا ہے۔ اور اس فیصلے پر مسلمانوں کی ترقی کا انحصار ہے۔ اور جو بات چند سال میں حاصل ہو سکتی ہے۔ کیا اس کے لئے سینکڑوں سال کا انتظار کرنا درست ہے۔ مسلمانوں کو آج ضرورت ہے۔ کہ وہ آج اس سیاسی جھگڑے کا فیصلہ کریں۔ ترک جس فیصلے کی انہیں آج ضرورت ہے۔ اس کے لئے کسی دور کے زمانہ کا منہ دیکھا جائے۔ اور پھر یہ بھی یقینی امر نہیں۔ کہ ضرور ہی اتنے عرصہ کے بعد یہ بات کامل ہو جائے گی۔ کیونکہ کوئی بھی ایسا نہیں جو کہے سات آٹھ سو سال یا ہزار دو ہزار سال میں مسلمانوں سے یہ منوا لیا جا سکتا ہے۔ کہ جن کو تم مانتے ہو۔ انہیں چھوڑ دو۔ یا جن مسئلوں کو تم ترجیح دیتے چلے آ رہے ہو۔ انہیں ترجیح نہ دو۔ یا جن باتوں کی تم عزت کرتے چلے آ رہے ہو۔ ان کو حقیر سمجھو۔ یا جن کو تم سینکڑوں سالوں سے کافر کہتے ہو۔ ان کو کافر نہ کہو۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ آج کل دنیاوی امور کی محبت بڑھ رہی ہے۔ لیکن اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ جو لوگ یورپ کے اثر کے نیچے بت پرستوں اور مشرکوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں کو بھی کافر نہیں کہنا چاہتے۔ وہ صرف دنیاوی امور پر ایسا کرنا نہیں چاہتے۔ یہ مذہبی وسعت نظر نہیں۔ بلکہ اس سے تو مذہب کی قدر کم ہوتی ہے۔ گو بعض لوگوں کے نزدیک اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ مگر یہ فائدہ دنیاوی امور کے لحاظ سے ہے کیونکہ یہ مذہبی وسعت خیال کی وجہ سے نہیں ہے۔ لیکن اگر اس رو کو بھی جاری رکھیں۔ تو بھی کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ سات آٹھ سو سال میں ہم تمام لوگوں کو ہم خیال بنا لیں گے۔ پس میں نے ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک تعریف اسلام کی یہ کی تھی جو مذہبی تعریف تھی۔ اور کہا تھا۔ کہ اس بات کو مسلمانوں کے فرقوں کی صلح کی بنیاد نہ بنائیں۔ کہ پہلے اختلاف مٹانے چاہئیں۔ یہ اختلاف جلدی نہیں مٹ سکتے۔ اور مسلمانوں کو ضرورت ہے۔ کہ وہ جلدی متحد ہوں اور اس مقابلے کا جلد فیصلہ ہو۔

اسلام کی سیاسی تعریف

دوسری تعریف اسلام کی میں نے یہ کی تھی اور یہ سیاسی تعریف ہے۔ کہ جبکہ شیعہ سنیوں کو اور سنی شیعوں کو حنفی اہلحدیث کو اور اہلحدیث حنفیوں کو اور چکڑالوی وہابیوں کو اور وہابی چکڑالویوں کو کافر کہتے ہیں۔ تو اس کے مقابلہ میں ہندو اور عیسائی لوگ ان باتوں سے متاثر نہیں ہوتے۔ یہ سنکر کہ حنفی شیعوں کو کافر کہتے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے۔ کہ چونکہ شیعوں کو یہ لوگ کافر کہتے ہیں۔ اس لئے شیعوں کے ساتھ اور معاملہ کرنا چاہیئے اور ایسا ہی ایک حنفی کے متعلق کافر کا لفظ سنکر ہندو یہ نہیں کہتے کہ آؤ حنفیوں کے ساتھ وہ سلوک نہ کریں۔ جو ہم مسلمانوں سے کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ وہ تمام مسلمانوں کے ساتھ ایک ہی قسم کا سلوک کریں گے۔ خواہ مسلمان ایک دوسرے کو کافر ہی کہتے ہوں۔ دفاتر میں اس کی مثال موجود ہے۔ ہندوؤں کی کوشش یہ ہوتی ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے دفاتر میں ہندوؤں کو بھرا جائے۔ اس کے

لئے وہ یہ نہیں کہتے۔ کہ چونکہ شیعوں کو کافر کہا جاتا ہے یا صفت مقبول کو کافر کہا جاتا ہے۔ اس لئے ان کے ساتھ یہ سلوک نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ وہ سب کے ساتھ ایک ہی قسم کا سلوک کرتے ہیں اور ہندوؤں کو دفتروں میں بھرتی کے لئے وہ یہ نہیں دیکھتے کہ فلاں فلاں کو کافر کہا جاتا ہے۔ اس لئے ان سے ایسا سلوک کرنے سے چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور اس کے لئے وہ بہانہ یہ کیا کرتے ہیں۔ کہ مسلمان نالائق ہوتے ہیں۔ اب ہندوؤں کے نزدیک ہندوؤں سے ہی لائق ہوتا ہے۔ اگر لیاقت کا معیار ڈگری کو قرار دیا جائے۔ تو سینکڑوں بی۔ اے مسلمان پھرتے ہوئے ملیں گے۔ اور ایم۔ اے اور انٹرنس پاس ہونگے۔ لیکن باوجود اس کے ہندو ایسا نہیں کرتے۔ اور ان کو بھرتی نہیں ہونے دیتے۔ ان کی بجائے کسی ہندو کو لے آتے ہیں۔ جس کے پاس کوئی ڈگری نہیں ہوتی۔ تو لیاقت کا معیار ہندو اپنا خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسلمان لائق ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ ہندوؤں کو دفتروں میں بھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ جو خلاف حقوق کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے ایک ہندو اس بات کا فرق نہیں کرتا۔ کہ جس کو کافر کہا جاتا ہے۔ ان کو اپنے اس سلوک سے چھوڑ دے۔ بلکہ وہ یہ دیکھتا ہے۔ کہ یہ مسلمان ہے۔ چاہے وہ اپنے نام کے ساتھ احمدی کہے یا حنفی کہے۔ یا وہابی کہے۔ یا شیعہ کہے۔ یا چکڑالوی کہے۔ یہی حال [illegible] میں سلوک کا تھا۔ کہ ہندو اور عیسائی کسی فرقہ کو نہیں چھوڑتے بلکہ ان کے نزدیک سب فرقے ایک ہی طرح کے ہیں۔ ان کے نزدیک جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ خواہ وہ کسی فرقہ کا ہو۔ اس لئے اس کے حقوق تلف کرنے چاہئیں۔ پس میں نے تجویز کی کہ ایک تو وہ تعریف اسلام کی ہے جو ہم سمجھتے ہیں۔ اور جو شادی۔ بیاہ۔ موت فوت۔ امانت۔ عبادت اور دوسرے دینی معاملوں میں کام کرتی ہے لیکن جس سے غیروں کے ساتھ معاملہ پڑتا ہے۔ وہ اور ہے۔ اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم خواہ اس تعریف کے ماتحت جو عبادات اور دینی امور کے متعلق سمجھی جاتی ہے۔ کتنا ہی ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہوں۔ لیکن جب غیروں سے معاملہ پڑتا ہے۔ اس وقت ایک ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ ہم سے ایک ہی جیسا سلوک کرتے ہیں۔ تو دوسری تعریف کا یہ مطلب ہے۔ کہ ہر فرقہ جو بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ وہ اس میں سب اکٹھے ہو جائیں۔ اور ایک ہو جائیں۔ اب یہ ایک ایسی تعریف ہے کہ اس کے ذریعے بہت جلد اتفاق ہو سکتا ہے۔ اور اگر بڑے بڑے آدمی کوشش کرنی شروع کر دیں۔ تو نہیں کسی مذہبی اصل کی قربانی بھی نہیں کرنی پڑتی۔ اور یہ اتحاد بھی ہو جاتا ہے۔

لیڈروں کا صاد اس تعریف پر

یہ تجویز پہلے پہل مسلم لیگ کے جلسہ میں جو لاہور میں آل انڈیا مسلم پارٹیز کے جلسہ سے ایک سال پیشتر ہوا۔ پیش کی گئی تھی اور پھر آل انڈیا مسلم پارٹیز کے جلسہ منعقدہ امرت سر میں دہرائی گئی تھی۔ عام طور پر تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگوں نے علی الاعلان اور پرائیویٹ دونوں طور پر بڑے زور سے کہا کہ مسلمانوں کے فرقوں میں اس سے صلح ممکن ہو سکتی ہے۔ پچھلے دنوں جب میں لاہور گیا ہوا تھا۔ تو وہاں ایک مجلس میں جس میں صوبہ کے بڑے بڑے لیڈر تھے اور ایک تو ان میں سے ہندوستان کا لیڈر کہلا سکتا ہے۔ مسلمانوں نے یہ کہا کہ مسلمانوں کی صلح ہونے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ اور درحقیقت یہ بات ہے بھی درست۔ کیونکہ اس سے مسلمانوں کے فرقے بغیر اپنے کسی اصل کے چھوڑنے کے متحد ہو سکتے ہیں۔ مثلاً شیعہ لوگ اسی پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ ان کے آئمہ ویسے ہی معصوم ہیں۔ جیسے انبیاء۔ اور یہ بھی یقین رکھتے ہیں۔ کہ ان کے حقوق بھی ویسے ہی ہیں جیسے انبیاء کے ہیں۔ ان کے نزدیک امام بھی معصوم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے لازماً ان کو ماننا پڑتا ہے۔ کہ ان کا درجہ ایک ہے۔ اور اس اتحاد کے لئے اگر کسی پر یہ زور دیا جائے۔ کہ پہلے اپنی تعلیم کا انکار کیا جائے۔ تو اس کے یہ معنے ہونگے۔ کہ ہم صداقتوں کا انکار کر دیتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ سنی کا سوال ہے۔ [illegible] ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اور جو اس کا انکار نہیں کر سکتے

خوارج

شیعہ سنی کا فرق تو دوسری تیسری صدی میں ہوا۔ خوارج پر تو کفر کا فتویٰ پہلی صدی میں ہی لگ گیا تھا اور ان کو خارج از اسلام سمجھا گیا اور برابر تیرہ سو سال سے ہی یہ اختلاف چلا آتا ہے۔ اور اس کی بنا پر خوارج کو کافر کہا جاتا ہے۔ اور وہ بھی دوسروں کو کافر کہتے ہیں۔ بلکہ وہ تو کہتے ہیں کبیرہ گناہ کرنیوالے کافر ہیں۔ حتیٰ کہ وہ حضرت علیؓ کو بھی کافر سمجھتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں معاویہ کی طرف سے جو فیصلہ پیش کیا گیا۔ اسے جو انہوں نے تسلیم کر لیا اسلئے وہ کافر ہیں۔ خوارج کے نزدیک کبیرہ گناہ کی تعریف ہی کچھ اور ہے۔ دوسرے مسلمانوں کے نزدیک جو چھوٹے چھوٹے گناہ سمجھے جاتے ہیں۔ تو خوارج اسکا نام کبیرہ رکھتے ہیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا بھی کہ تم نے بھی ایسا ہی کیا تو انہوں نے کہا ہم نے توبہ کر لی۔ ہم مسلمان ہو گئے۔ علیؓ بھی اگر توبہ کریں تو مسلمان ہو سکتے ہیں۔ تو خوارج کی طرف سے علیؓ پر یہ فتویٰ لگا۔ تو وہ ان کو اور علیؓ کے ماننے والے ان کو کافر کہتے ہیں۔ اور یہ کفر کا مسئلہ پڑا آتا ہے۔ اب اگر علیؓ کو ماننے والے ان کو کہیں۔ کہ بیشک تم ان کو کافر کہنا چھوڑ دو۔ تو یہ آسان نہیں۔ خوارج کو کہیں کہ تمہیں تیرہ سو سال سے کافر کہتے آئے ہو انہیں کافر نہ کہو تو وہ ہرگز ہو کر نہ مانیں گے۔ تکبیر جب مکہ میں داخل ہوئے۔ تو یہ کہکر کہ یہ کافر ہیں۔ قتل کر دیں۔ سینکڑوں کئی ہزاروں میں جب میں حج کرنے کے لئے گیا تھا۔ تو انکو ملا۔ یہ سمجھدار لوگ ہیں۔ مہذب بھی ہیں۔ لیکن پرانے خیالات کے ہیں۔ اب بھلا انکے سوا صلح کا کوئی اور طریق ان سے ہو سکتا ہے۔ جاوا یا چین یا سماٹرا یا ترکی یا ایران یا افغانستان کے لوگوں کو کہنا کہ تم جن باتوں کو کئی سو سال سے مانتے چلے آئے ہو انکو چھوڑ دو۔ اور ان باتوں کو نظر انداز کر دو۔ جو صدیوں سے تم کہتے آئے ہو۔ تو یہ ناممکن ہے ایک خارجی کو کہنا کہ تم کبیرہ گناہ کے ارتکاب کو کفر قرار نہ دو۔ تو خارجی کبھی ایسا نہیں کریگا۔ کبھی نہیں کہیگا۔ کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کفر نہیں ہوتا۔ اور اگر ہم اسے کہیں کہ تم اگر کفر نہ کہو تو اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم انہیں کہتے ہیں۔ تم اپنے آپکو خارجی کہنا چھوڑ دو۔ یہ ناممکن ہے۔ میرے نزدیک مسلمانوں کی ایسے صلح نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ ہو سکتی ہے۔ تو سینکڑوں سال کے بعد۔ لیکن جو میں نے بات بتائی ہے۔ وہ ایسی ہے کہ اس سے صلح فوراً ہو سکتی ہے۔ اور ہمیں جلد اس صلح کی ضرورت بھی ہے کیونکہ ایک ایسا ہی دشمن ہے جو ہم کو مارنا چاہتا ہے۔ اس کا مقابلہ اکٹھے ہو کر کرنا چاہیئے۔ شیعہ ہوں یا سنی۔ احمدی ہوں یا وہابی۔ چکڑالوی ہوں یا کوئی اور سب کو اس کے مقابلہ کے لئے اکٹھے ہو جانا چاہیئے۔

اسلام کی سیاسی تعریف کی مقبولیت

واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ دو تین سال کے عرصہ کے اندر ہی اس تعریف کو اسقدر قبولیت ہوئی کہ مسلمانوں کے فرقے اس پر جمع ہو رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ بعض اسکا انکار کر دیں۔ لیکن انکی تعداد اسقدر قلیل ہوگی کہ جو اسکے ماننے والے ہونگے انکی تعداد کثیر ہوگی۔ اور ان کی کثرت کا مقابلہ ان کی (Minority) قلت نہیں کر سکتی۔ تو یہ تعریف عام طور پر مقبول ہوئی۔

ایک معترض کا جواب

بعض اخبارات نے اعتراض کیا ہے۔ کہ مذہبی لوگوں کا کیا کام ہے کہ اسلام کی مذہبی تعریف کے سوا سیاسی تعریف بھی کریں۔ جنہوں نے اعتراض کیا ہے۔ میں گو ان کا جواب دے سکتا ہوں۔ لیکن میں نے ان سے صلح کا معاہدہ کیا ہوا ہے۔ گو دوسرے فریق نے اس معاہدہ کو توڑ دیا ہے۔ لیکن میں اس حصہ جواب سے پہلو تہی کرتا ہوں۔ جو میری ذات سے متعلق ہے۔ مگر میں اس اعتراض کے متعلق بتلانا چاہتا ہوں کہ اسلام کے فرقوں میں سیاسی صلح بھی ہو سکتی ہے۔ قرآن نے مشرکوں کے مقابلہ پر اہل کتاب کو جمع ہونے کیلئے کہا ہے۔ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ (آل عمران ع ۷) اے اہل کتاب ایک امر مشترک پر جمع ہو جائیں اور وہ توحید ہے تا شرک کا مقابلہ کرنے کیلئے اکٹھے ہو جائیں اہل کتاب مسلمانوں کو کافر کہتے تھے اور مسلمان اہل کتاب کو۔ ان میں اختلاف تھا مگر باوجود اس اختلاف کے انکو ایک امر مشترک پر جمع ہونے کے لئے بلایا گیا۔ تو جب قرآن شریف اس امر کو پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اختلاف تو ہے لیکن ایک بات مشترک ہے اسلئے اس امر مشترک پر اکٹھے ہو جاؤ تا کہ شرک کا مقابلہ کیا جائے۔ ہم تمہیں کافر کہتے ہیں تم ہمیں کہتے ہو ہم تم پر اعتراض کرتے ہیں تم ہم پر اعتراض کرتے ہو مگر جو بات ہم میں اور تم میں مشترک ہے اسکے لئے ہمیں اکٹھے ہو جانا چاہیئے۔ اگر یہ کہنا کہ ہم تمہارے مذہب کے متعلق کچھ نہیں کہیں گے تو یہ قرآن کی تعلیم کے برخلاف نہیں بلکہ قرآن کا بھی یہی منشاء ہے۔ کہ توحید کیلئے ہم اکٹھے ہو جائیں۔ میری تعریف میں نے قرآن سے ہی لی ہے۔ کہ جن امور میں اختلاف ہے ان کو قائم رکھ کر بھی مسلمانوں کے ہر ایک فرقہ میں اتحاد ہو سکتا ہے۔ اور یہ تعریف خدا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور قرآن نے بتائی ہے۔ جو خدا کی کتاب ہے۔ ممکن ہے۔ بعض باتیں اہم ہوں۔ لیکن جب وہ لوگ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور قرآن شریف کو جھوٹا سمجھتے ہوں۔ وہ اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ تو ہم کیوں نہیں ہو سکتے۔ جو رسول کریم

598

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن شریف کو سچا سمجھتے
ہیں۔ خدا بھی ایسا کہتا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی
کہتے ہیں۔ کہ جو اختلاف میری نبوت کے متعلق ہے۔ وہ رکھو۔ لیکن
بہرحال توحید میں تو ہم اکٹھے ہو جائیں۔ تو قرآن نے بھی یہی طریق
صلح کا پیش کیا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ پہلے کافر کہنا چھوڑ دو۔ اور پھر
اکٹھے ہو جاؤ۔ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا۔ کہ بے
شک وہ مجھے کافر کہیں۔ میں ان کو کہوں لیکن باوجود اس کے جس
امر میں اشتراک ہے ہم اس میں اکٹھے ہو جائیں۔ تا کہ شرک مٹ جائے
اور مشرک کوئی نہ رہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ ایک مسلمان کی یہ
خواہش ہوتی ہے۔ کہ سب مسلمان ہو جائیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ
بھی خواہش ہوتی ہے۔ کہ مشرک کوئی نہ ہو۔ اس کا نام سیاسی تعریف
رکھو یا مذہبی تعریف رکھو۔ بہرحال یہ طریق ہے جو اسلام نے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے
وہ اسکی تردید کرتا ہے۔ اگر آج مسلمان اسکو مان لینگے۔ تو وہ
اختلاف کو مٹانے کے بغیر ہی اس کامیابی کو حاصل کر لیں گے لیکن
اگر وہ اختلاف مٹانے کیلئے کوشش کرینگے۔ تو نہ وہ کامیابی
حاصل ہو گی۔ اور نہ اختلاف ہی مٹا سکیں گے۔ زیادہ سے زیادہ
یہ ہو گا۔ کہ اک عارضی جوش ان میں پیدا ہو جائے۔ لیکن وہ بات
اس سے حاصل نہ ہو گی۔ جس کی آج ضرورت ہے۔ میں یہ خیال
کرتا کہ اتحاد سے پہلے سارے آدمی ایک خیال پر جمع ہو جائیں
درست نہیں۔ کیونکہ ایک فریق جو ایک مذہب کو عرصہ سے سچا سمجھتا
چلا آرہا ہے۔ دوسرا کیسے اسکو کافر کہتا ہے۔ کس طرح وہ کافر کہنا چھوڑ دیگا
جب تک کہ اسکے متعلق یہ یقین پیدا نہ ہو جائے۔ کہ جسے میں کافر
سمجھتا ہوں۔ وہ کافر نہیں۔ یا اسکی غلطی کی اصلاح نہ کی جائے
پس اسلام اور مسلمانوں کی حالت پر رحم کر کے اس بات کے پیچھے
نہیں پڑنا چاہیئے۔ جس کا نتیجہ جلدی نہ نکل سکے۔ بلکہ اسکی طرف توجہ
کرنی چاہیئے جس سے جلد نتیجہ نکل سکے۔ پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس
تعریف پر غور کریں۔ جو میری تجویز کی ہوئی ہے۔ [illegible] حقیقت
قرآن شریف کی پیش کی ہوئی ہے۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے نہ ماننے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کے ساتھ ایک
امر مشترک میں اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ کہ شرک کا مقابلہ کیا جائے۔ تو کیوں ہم جو
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے ہیں۔ رسول کریم کی رسالت کیلئے اکٹھے نہیں
ہو سکتے۔ جو ہم سب میں امر مشترک ہے۔ ہمکو خود غرضی اور نفسانیت کو چھوڑ دینا چاہیئے
جب تک ہو گی ہم کچھ نہ کر سکینگے۔ اور جب یہ نہ ہو گی۔ تو پھر یہ بات آسانی سے
ہو سکے گی۔ کہ اسلام کی مصیبت کے دن دور ہوں۔

دعا میں دعا کرتا ہوں کہ ہر فرقہ جو دوسرے کو کافر سمجھتا ہے۔ وہ [illegible]
سمجھے۔ کہ آج اس اتفاق اور صلح کی اسلام اور آنحضرت کی عزت کیلئے بڑی ضرورت
ہے۔ اور اسکو سمجھتے ہوئے وہ یہ عہد کر لے۔ کہ [illegible] جب تک
سب میں اتفاق نہ ہو جائے گا۔ اس اتحاد [illegible] قائم کیا جائے
میں امید کرتا ہوں [illegible] دنیا میں اسلام [illegible] جائے گا۔

بہائیوں میں فرقے اور فرقہ بندی

نمبر ۲

جس فرقہ بندی سے بہائی اخبار "کوکب ہند" نے انکار کیا ہے۔ اس
کے متعلق علی محمد باب کی تعلیم کا کچھ نمونہ پیش کر دینے کے بعد اب
میں اس فرقہ بندی کا ذکر کرتا ہوں۔ جو علی محمد صاحب باب کے ۱۲۶۶ھ میں
قتل کئے جانے کے بعد اس فرقہ میں نمودار ہوئی۔ کتاب
نقطۃ الکاف میں (جو میرزا حاجی جانی کاشانی بابی نے
۱۲۶۸ و ۱۲۶۹ ہجری کے مابین علی محمد صاحب باب کے قتل کے
بعد بہت ہی قریب زمانہ میں لکھی تھی) میرزا یحییٰ صبح ازل کے
بارہ میں بیان کیا گیا ہے "وصیت نامہ نیز فرمودہ بودند و نص
بوصایت و بولایت ایشان فرمودہ" (نقطۃ الکاف صفحہ ۲۴۴)
کہ علی محمد باب نے اپنے قتل ہونے سے پہلے میرزا یحییٰ صبح ازل
کے حق میں وصیت نامہ لکھ دیا تھا۔ اور ان کے وصی اور ولی
امر ہونے کی تصریح فرما دی تھی۔ یہ وصیت کتاب نقطۃ الکاف
کے مقدمہ اور تاریخ جدید کے آخری حصہ میں مسٹر براؤن پروفیسر
کیمبرج یونیورسٹی (انگلستان) نے بہت زمانہ ہوا کہ چھاپ کر شائع
کر دی ہے۔ بہائی فرقہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ علی محمد باب کی اس
وصیت کے مطابق باب کے قتل ہونے کے بعد بابی فرقہ
کے بابیوں اور غیر بابیوں کی نظر میں میرزا یحییٰ صبح ازل ہی پیشوا
اور لیڈر سمجھے جاتے تھے۔

لیکن ۱۲۸۰ ہجری سے جبکہ بہاء اللہ نے بغداد میں اپنے
مستقل دعاوی کا اظہار کیا۔ (یا بقول حشمت بہشت اس
سے کچھ عرصہ پہلے جبکہ ابھی بہاء اللہ نے اپنے استقلال کی
بنیاد ڈالنی شروع کی تھی)۔ ان دونوں سوتیلے بھائیوں
(میرزا یحییٰ صبح ازل اور میرزا حسین علی بہاء اللہ) کے درمیان
فرقہ بندی کے بعض تنازعات شروع ہوئے۔ اور ۱۲۸۴ھ میں
بابی فرقہ کی تقسیم دو فرقوں میں ہونے لگی۔ چنانچہ میرزا یحییٰ
صبح ازل کے تابع ازلی کہلانے لگے۔ اور میرزا حسین علی
بہاء کے طرفدار بہائی۔ اور اس طرح علی محمد باب کے بعد
بابیوں کے دو فرقے ۱۲۸۵ہجری میں بالکل علیحدہ علیحدہ ہو گئے
بہائی فرقہ کو ترکی حکومت نے عکا بھیج دیا۔ اور ازلی فرقہ کو
ماغوسا (جزیرہ سائپرس) میں۔ ان دونوں فرقوں میں جو
جھگڑے ہوئے۔ ان کی تفصیل تو لمبی ہے۔ لیکن علی محمد باب
کے اس وصی اور جانشین میرزا یحییٰ صبح ازل اور اس کے
ساتھیوں کو بہاء اللہ اور ان کے فریق کی طرف سے جو القابات
اور خطابات عطا ہوتے رہے ہیں۔ اور گالیاں اور انعامات اور
خطابات جو اسے ملے ان میں سے کچھ ذکر کر دیا جائے۔ تو بے جا
نہ ہو گا۔

(۱) مجموعہ الواح مبارکہ صفحہ ۱۳۵ میں بہاء اللہ سلمان نام ایک
شخص کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔

"در حین خروج از عراق۔ لسان اللہ جمیع را اخبار فرمود
کہ سامری ظاہر خواہد شد و عجل بندا خواہد آمد۔ و طیور لیل بعد
از غیبت شمس الٰہیہ بحرکت آیند"

کہ اے سلمان بغداد سے روانہ ہونے کے وقت خدا کی زبان
نے سب کو بتا دیا تھا۔ کہ گوسالہ سامری ظاہر ہو گا۔ اور بچھڑے
کی طرح آواز نکالے گا۔ اور سورج کے غائب ہونے (یعنی
بہاء اللہ کے چلے جانے) کے بعد رات کے پرندے (چمگادڑ)
حرکت میں آئیں گے۔

اس عبارت میں میرزا یحییٰ کو گوسالہ سامری اور اس کے
توابع کو چمگادڑ قرار دیا ہے۔

(۲) اور صفحہ ۱۹۵ میں لکھا ہے "عنقریب است کہ نعیق اکبر
در مابین خلق مرتفع شود۔ و حجبات اوہام نفوس را احاطہ نماید"
(ترجمہ) قریب ہے۔ کہ کوے کی بڑی آواز لوگوں میں بلند ہو۔ اور
وہم کے پردے ان کا احاطہ کر لیں۔

یہاں پھر بہاء اللہ نے صبح ازل کو کوا اور اسکی باتوں کو وہم قرار
دیا ہے۔ کیونکہ صبح ازل اور اس کے طرفدار علی محمد باب کی وصیت
جانشینی بحق صبح ازل کو پیش کر کے بہاء اللہ کے دعاوی کا ابطال
کرنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ الواح مبارکہ صفحہ ۱۸۵ میں لکھا ہے۔

"روسائے بیان ارادہ نمودہ اند کہ امر رحمانی را بدست آویز
وصایت [illegible] ناس را از فیض عز رحمانیہ محروم سازند"

کہ علی محمد باب کی کتاب بیان کے ماننے والے بابی فرقہ کے
سرگروہ چاہتے ہیں۔ کہ وصیت کے معاملہ کو دستاویز بنا کر
اور اس قسم کے بہانے اور بیہودہ ذکر اذکار سے لوگوں کو فیض
رحمانیت سے محروم رکھیں۔

(۳) پھر مجموعہ الواح مبارکہ صفحہ ۳۲۲ میں صبح ازل کے متعلق
بہاء اللہ یہ درافشانی فرماتے ہیں "در این ایام شیطانی باسم رحمن
دعوت مینماید و سامری بذکر ازلی ندا میکند و تلبیس جاہلین
مشغول گشتہ"

کہ ان ایام میں شیطان رحمن کے نام سے دعوت دیتا ہے
اور سامری ذکر ازلی کے ساتھ دوسروں کو بلاتا ہے۔ اور ابلیس
حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش میں ہے۔

(۴) اسکے بعد مجموعہ الواح مبارکہ صفحہ [illegible] میں بہاء اللہ
دوسرے بابیوں کو نصیحت کرتے ہوئے میرزا یحییٰ صبح ازل کے
متعلق یہ محبت آمیز اور شیریں کلمات تحریر فرماتے ہیں۔

[illegible]

يهب منه روائح الكبر والنتن لو تهب على الممكنات تقلبهم الى اسفل السافلين ... يشهد بكفره وجهه وعلى نفاقه لسانه ... وهو يدعي في نفسه جوهر الانقطاع كما ادعى الشيطان ... يا قوم انه لو يذكر الله لن يذكره الا بمكره كان في صدره ... ولكن لو يأمركم بالمعروف يأمركم بالمنكر ... كذلك فعل بنا هذا المنافق ما لا فعل الشيطان مع آدم ولا النمرود بالخليل ولا الفرعون بموسى ولا اليهود بعيسى ولا ابوجهل بمحمد ولا الشمر بحسين ولا الدجال بقائم ولا السفياني باذنه المقتدر المهيمن العزيز الكريم"

بہاء اللہ کہتے ہیں۔ کہ اے کتاب بیان کے ماننے والو! صبح ازل کے ساتھ میل جول نہ رکھو۔ اور نہ اس سے انس و محبت پیدا کرو۔ اور نہ اس کے ساتھ اٹھو بیٹھو۔ اگر تم میں ذرہ بھی ایمانی بینائی ہے تو اس کے چہرہ سے دوزخ کے نشان پاؤ گے۔ اس کے اندر سے ایسی گندی ہوائیں نکل رہی ہیں۔ کہ اگر یہ ہوائیں دنیا میں پھیلیں تو سارے عالم کو دوزخ کے سب سے نچلے حصہ میں اوندھا گرا دیں۔ اس کا منہ اس کے کفر کا گواہ ہے۔ اس کی گفتگو اس کے نفاق پر شاہد ہے۔ یہ شیطان کی طرح اپنے انقطاع اور تبتل کا دعویٰ کرتا ہے۔ حالانکہ بے ایمان ہے۔ اے قوم اگر یہ خدا کو یاد کرے محض اس مکر اور فریب کی غرض سے یاد کریگا۔ جو اس کے دل میں ہے اگر یہ نیکی کا حکم کرے۔ تو نیکی کا نہیں۔ بلکہ بدی کا حکم کرتا ہے۔ اے قوم اس منافق نے ہمارے ساتھ وہ کیا ہے۔ جو شیطان نے آدم کے ساتھ۔ اور نمرود نے ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ۔ اور فرعون نے موسیٰ کے ساتھ۔ اور یہود نے عیسیٰ کے ساتھ۔ اور ابوجہل نے محمدؐ کے ساتھ۔ اور شمر نے حسین کے ساتھ۔ اور دجال نے مہدی کے ساتھ۔ اور سفیانی (ناصر الدین شاہ ایران) نے اللہ کے ساتھ نہیں کیا ہے۔

میرزا یحییٰ کے متعلق یہ چند کلمات جو بہاء اللہ کی کتاب الواح مبارکہ سے پیش کئے گئے ہیں۔ اس بات کے ثابت کرنے کو کافی ہیں۔ کہ بہائی فرقہ میں فرقہ بندی کی کوئی تعلیم پائی جاتی ہے۔ یا نہیں۔ حالانکہ میرزا یحییٰ صبح ازل کا سوائے اس کے اور کوئی اصلی قصور نہیں بتایا جاتا۔ کہ وہ علی محمد باب کی وصیت پیش کر کے اپنا وصی اور جانشین ہونا ثابت کرتا تھا۔

ابودجانہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آپ کے صحابہ نے دنیا کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ سن رکھو۔ پھر سن رکھو۔ کہ سادگی میں زندگی بسر کرنا یہ بھی ایمانداری میں داخل ہے۔ (ابوداؤد)

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سے التماس

پیغام صلح یکم جون میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے مبایعین کے خلاف ایک مضمون شائع کرایا ہے جس میں مسئلہ کفر و اسلام کو چھیڑ کر عام مسلمانوں کو مبایعین کے متعلق اشتعال دلانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہوگا۔ کہ جماعت احمدیہ آجکل اپنی تمام توجہ اور کوشش غیر مسلم حملہ آوروں کے اندفاع میں صرف کر رہی ہے۔ اور امام جماعت احمدیہ بار بار یہ اعلان فرما چکے ہیں۔ کہ تمام مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ اس وقت وہ اندرونی تنازعات کو چھوڑ کر باہر متوجہ ہوں۔ اور سب مسلمانوں کو متحد و منظم صورت میں لانے کی سر توڑ کوشش کریں کیونکہ ہندوؤں نے اسلام پر متفقہ طور پر حملہ کیا ہے لیکن افسوس ہے۔ کہ باوجود اس کے ڈاکٹر صاحب نے اندرونی تنازعات کے جھگڑے کو اٹھایا ہے۔ یہ نادانی ہے۔ کہ ایک شخص کے گھر کو آگ لگی ہو۔ اور اس کو ہم کہیں کہ میاں بیٹھو۔ تم کو پیغام حق سناتے ہیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات و حیات وغیرہ پر گفتگو شروع کریں۔ یہ ایسا ناموزون موقعہ ہوگا۔ کہ وہ سمجھانے والے کو الٹا گالیوں سے سمجھائیگا بعینہ یہی حال آجکل اسلام کا ہے۔ جسے مخالفین ہندوستان نے مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔ کیا ہم کو اسوقت متفقہ طور پر اس گھر کے بچانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے؟ کیا ہم کو اسوقت اسلام کی عمارت آگ کے خطرے میں دیکھ کر آپس میں جھگڑنا چاہیئے؟ ہم کو افسوس ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب کو اسوقت اسلام اور پیروان اسلام کو بچانے کی فکر نہیں اگر ان کو کوئی خطرہ نظر آیا جو ہندو وغیرہ دیگر دشمنان اسلام کے خطرہ سے زیادہ ہے۔ تو وہ قادیان کا خطرہ ہے۔ بیشک اگر ڈاکٹر صاحب کے نزدیک قادیان کا خطرہ ہے۔ تو ان کو مناسب موقع پر اس خطرہ کا بھی علاج کرنا چاہیئے۔ لیکن موجودہ وقت میں جبکہ احمدیہ جماعت قادیان نے یہ اعلان کیا ہے۔ کہ اسوقت ہم اپنی تمام توجہ بیرونی مخالفین کی طرف لگائیں گے۔ تو پھر انہوں نے یہ اندرونی تنازعہ کیوں اٹھا دیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا قادیان والوں کو سمجھانے کا مقصد ہرگز نہیں۔ بلکہ کچھ اور مقصد ہے۔

ہم ڈاکٹر صاحب سے عرض کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے جو کرنا ہے۔ وہ کریگا۔ اور کوئی نہیں جو اس کے ارادے کو روک سکے۔ لیکن آپ از راہ کرم ہندوستان کے مسلمانوں پر رحم کر کے ایسا طریق نہ اختیار کریں۔ اور اللہ موجود خطرہ کی طرف متوجہ ہو جبکہ دشمن سے دشمن بھی اسوقت اتحاد اتحاد پکار رہے ہیں۔

محمد سرفراز احمدی جنرل مرچنٹ پشاور شہر۔

امام جماعت احمدیہ کا ایک پوسٹر
اور
ڈاکٹر گوکل چند صاحب نارنگ صدر ہندو پراونشل سبھا لاہور

ملاپ (۱۰ جون) میں ڈاکٹر گوکل چند صاحب نارنگ صدر ہندو پراونشل سبھا سے نمائندہ ملاپ کے انٹرویو کی کیفیت درج ہوئی ہے۔ یہ انٹرویو امام جماعت احمدیہ قادیان کے ایک پوسٹر کے متعلق ہے۔ جس کے متعلق ڈاکٹر صاحب نے تین باتیں یا یوں سمجھئے تین اعتراض کئے ہیں۔ (۱) اس میں کھلم کھلا ہندو بائیکاٹ کی تلقین کی گئی ہے۔ (۲) جا بجا قتل و خونریزی کے اشارہ جات ہیں۔ (۳) ہندوؤں کو درندوں اور سانپوں سے بدتر بیان کیا گیا ہے۔ اور ان اعتراضات کو جا کر مسلمانوں کو تو یہ مشورہ دیا ہے۔ کہ وہ اس پوسٹر کے برخلاف اپنی آواز اٹھائیں۔ اور امام جماعت احمدیہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ "ایسا آدمی کبھی حامئی امن نہیں ہو سکتا۔"

ہمیں ڈاکٹر صاحب جیسے تعلیم یافتہ انسان کے متعلق یہ قیاس کرتے ہوئے تو کسی قدر تذبذب ہے۔ کہ وہ اس پوسٹر کو سمجھ نہیں سکے۔ لیکن ہاں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یا آپ نے یہ پوسٹر پڑھا نہیں۔ یا اگر پڑھا ہے۔ تو کسی غلط فہمی یا مغالطہ دہی کا شکار ہو گئے ہیں۔ ورنہ ڈاکٹر صاحب جیسے تعلیم یافتہ آدمی سے یہ امید نہیں کی جا سکتی۔ کہ وہ ایسی باتیں کہہ دیں۔ جو نہ پوسٹر میں ہوں۔ اور نہ پوسٹر کی عبارتوں سے اخذ ہو سکتی ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے پہلی بات جو کہی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس میں کھلم کھلا ہندو بائیکاٹ کی تلقین کی گئی ہے۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ اس پوسٹر میں کوئی ایسا اشارہ بھی نہیں۔ بلکہ اس میں تو لکھا ہے کہ۔

"بائیکاٹ کو میں ذاتی طور پر ناپسند کرتا ہوں۔ لیکن یہ بائیکاٹ نہیں بلکہ ترجیح ہے۔ اور ترجیح پر کوئی شخص اعتراض نہیں کر سکتا۔"

ہمارے خیال میں ڈاکٹر صاحب کے سمجھنے کیلئے تو اسی قدر کافی ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کے رہبران اور اقران شاید مطمئن نہ ہوں۔ اس لئے ان کی خاطر ہم اس ساری عبارت کو پیش کر دیتے ہیں۔ جس میں یہ فقرہ واقع ہوا ہے۔ کہ تا ان کی سمجھ میں بھی آ جائے۔

"ہر ایک مسلمان کو چاہیئے۔ کہ جس طرح ہندو مسلمانوں سے چھوت کرتے ہیں۔ وہ بھی ہندوؤں سے چھوت کرے۔ اور سب کھانے کی چیزیں مسلمانوں ہی کے ہاں سے خریدے۔ اور دوسری اشیاء کے لئے ممکن حد تک مسلمانوں کی دوکانیں کھلوانے کے لئے کوشش کرے۔ اور ان کی امداد کا خیال رکھے۔ بائیکاٹ کو میں ذاتی طور پر ناپسند کرتا ہوں۔ لیکن یہ بائیکاٹ نہیں۔ بلکہ ترجیح ہے۔ اور ترجیح پر کوئی شخص اعتراض نہیں کر سکتا۔"

اب کوئی غور کرے۔ اس سے کہاں کھلم کھلا ہندو بائیکاٹ کی تلقین نکلتی ہے۔ اس میں تو ترجیح کا سبق دیا گیا ہے۔ کہ ہندو دوکاندار کے بالمقابل مسلمان دوکاندار کو ترجیح دیں۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے۔ کہ جس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ زید اگر بکر کو عمر پر ترجیح دیتا ہے۔ تو خالد کو اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اور عمر کس طرح کہہ سکتا ہے۔ کہ میرا بائیکاٹ کیا گیا ہے۔ لیکن بفرض محال اگر بائیکاٹ کی تلقین، کہ جسے ہندو اصطلاح میں چھوت چھات کہتے ہو پوسٹر میں ہوتی تو یہ کونسا گناہ ہے۔ کیا ڈاکٹر صاحب بتا سکیں گے کہ چھوت چھات بری شے ہے۔ اگر ہے تو پھر ڈاکٹر صاحب کو یہ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ وہ اپنی قوم کو اس برائی سے بچائیں۔ ہاں اگر انقطاع تعلقات کے متعلق کہا گیا ہوتا۔ تو کسی قدر اعتراض کی گنجائش بھی تھی۔ لیکن ڈاکٹر صاحب اور ان کے تمام ہم خیال اشخاص کی واقفیت کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ انقطاع تعلقات کی تعلیم بھی نہ اس پوسٹر میں اور نہ کسی اور تحریر میں تلقین کی گئی ہے۔ پس یہ کہنا کہ اس میں کھلم کھلا ہندو بائیکاٹ کی تعلیم ہے بالکل ناروا ہے +

دوسری بات جو اس میں کہی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ پوسٹر میں جابجا قتل و خونریزی کے اشارہ جات ہیں۔ یہ بات بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکی۔ کیونکہ پوسٹر میں تو یہ لکھا ہے:-

"ہر ایک جو رسول کریم صلعم سے محبت رکھتا ہے۔ جو چاہتا ہے۔ کہ آپؐ کو گالیاں نہ دی جائیں۔ اس کا فرض ہے۔ کہ بجائے وحشت دکھا کر اسلام کو بدنام کرنے کے صحابہ کرام کی طرح غیرت دکھائے۔ اور دائمی قربانی سے اسلام کو طاقت دے"

خونریزی کے اشارہ جات کی بجائے اس میں تو لکھا ہے۔ کہ بجائے وحشت دکھا کر اسلام کو بدنام کرنے کے صحابہ کی طرح غیرت دکھائے۔ وحشت بے شک خونریزیاں کراتی ہے۔ اور اگر یہ کہا جاتا کہ وحشت دکھاؤ تو بے شک ڈاکٹر صاحب کی بات بھی سچی ہوتی۔ لیکن اس میں تو وحشت دکھانے سے روکا گیا ہے۔ جس کے معنے یہی ہیں۔ کہ امن اور امان کے ساتھ اسلام کو ترقی دو۔ ایسا ہی ایک اور موقعہ پر لکھا ہے:-

"اے بھائیو! میں دردمند دل سے پھر آپ کو کہتا ہوں۔ کہ بہادر وہ نہیں جو لڑ پڑتا ہے۔ جو لڑ پڑتا ہے۔ وہ بزدل ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نفس سے دب گیا۔ بہادر وہ ہے۔ جو ایک مستقل ارادہ کر لیتا ہے۔ اور جب تک اس کو پورا نہ کرے۔ اس سے پیچھے نہیں ہٹتا"

کس عمدگی سے لڑنے بھڑنے اور دنگا فساد کرنے سے روکا گیا ہے۔ لیکن افسوس کہ انہیں الفاظ کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ جابجا قتل و خونریزیوں کے اشارہ جات ہیں۔ کیا ان الفاظ میں اور خونریزیوں میں کوئی دور کا بھی علاقہ ہے؟ یقیناً نہیں +

تیسری بات جو بطور اعتراض کے کہی گئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کو درندوں اور سانپوں سے بدتر بیان کیا گیا ہے مگر یہ بات بھی درست نہیں، کیونکہ جہاں درندوں اور سانپوں کے لفظ لکھے ہوئے ہیں۔ وہاں تو یہ لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس قدر محبت اور عزت ہمارے دلوں میں ہے کہ ان کو گالیاں دینے اور ان کی عزت پر حملہ آور ہونے والوں کے ساتھ ہم صلح نہیں کر سکتے۔ بلکہ ان کی جگہ ان سے ہم صلح کر سکتے ہیں۔ جو آپؐ کی اگر عزت نہیں کرتے۔ آپؐ کی اگر تعریف نہیں کرتے تو آپ کی اہانت بھی نہیں کرتے اور آپؐ کو گالیاں بھی نہیں دیتے۔ اور ایسے وجودوں کے لئے ضروری نہیں کہ وہ آدم زادے ہی ہوں۔ درندے اور جنگل کے سانپ ہوں یا آب و آتش کی پیداوار شجر ہوں یا حجر ہم ان کے گھٹنے کے پاس بیٹھ سکتے ہیں۔ لیکن جو ہمارے سردار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالیاں دیکر کہ جنہیں ہم اپنے سارے دل اور ساری جان سے پیار کرتے ہیں۔ ہمارا دل دکھاتے ہیں ان کے پاس ہم نہیں بیٹھ سکتے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ ڈاکٹر صاحب اس قانون فطرت سے آگاہ ہونگے کہ کسی کے محبوب اور مقصود کو برا بھلا کہکر کوئی کسی کی محبت کو نہیں خرید سکتا۔

اگر کوئی غیر ہندو کسی رشی منی یا اوتار کو برا بھلا کہے اور ہندوؤں کی بار بار کی التجاؤں پر باز نہ آئے۔ تو کیا ہندو صاحبان اسے عزیز جانیں گے؟ یہی حال یہاں ہے لیکن افسوس ہے کہ اس بات کو تو نہیں دیکھا گیا۔ کہ جس نے دلوں کو مجروح کر دیا۔ اور اس بات کو زیر اعتراض لایا گیا۔ جو زخمی دلوں نے کی۔ قصہ کوتاہ مرید بحث میں پڑنے کی بجائے اس جگہ وہ الفاظ پیش کر دئے جاتے ہیں۔ جن سے غلطی سے یہ سمجھ لیا گیا ہے۔ کہ ہندوؤں کو درندوں اور سانپوں سے برا بتایا گیا ہے:-

"اس ذات بابرکات (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہمیں اس قدر تعلق اور وابستگی ہے۔ کہ اس پر حملہ کرنیوالوں سے ہم کبھی صلح نہیں کر سکتے۔ ہماری طرف بار بار کہا گیا ہے۔ اور میں پھر دوبارہ ان لوگوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں۔ کہ ہماری جنگل کے درندوں اور بن کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے لیکن ان لوگوں سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے ہیں"

انصاف کا تو یہ تقاضا تھا۔ کہ ان الفاظ کو پڑھکر یہ توہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالیاں دینے والی روئے زمین پر نظر آتی اسے سمجھاتے اور اس دشنام دہی اور بدگوئی سے مجتنب رہنے کے لئے کہا جاتا۔ مگر افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ کہ جس کو چرکا لگایا جاتا ہے۔ وہ اگر آہ بھی کرتا ہے۔ تو گردن زدنی ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور جو چرکا لگاتا ہے۔ اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھا نہیں جاتا۔ ڈاکٹر صاحب کے غور کے لئے اس بات کو پیش کیا جاتا ہے۔ کہ اس بات پر اعتراض کرکے اور اسے حضرت کی طرف منسوب کر کے وہ ہندوؤں کے متعلق یہ تو تسلیم نہیں کر رہے کہ ہندو ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالیاں دیتے اور برا بھلا کہتے ہیں کیونکہ اس میں ہندو یا عیسائی کی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ جو بھی اس ذات بابرکات کے حق میں ایسا کہیگا۔ ہم اس سے صلح نہیں کر سکتے غور کرنا چاہیئے۔ کہ آخر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالے بنصرہٖ نے یہی مسلمانوں کو کہا ہے نا کہ:-

"اس قسم کے حملوں کا دفعیہ صرف اور صرف تین طرح ہو سکتا ہے۔ (۱) اپنی عملی حالت کی اصلاح سے ۔ ۔ ۔ (۲) تبلیغ کے ذریعے سے ۔ ۔ ۔ (۳) تیسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کی تمدنی حالت کو درست کیا جائے"

ان فقروں میں کونسے وہ الفاظ ہیں۔ جو نقض امن کرنے والے ہیں یا جن سے خونریزیاں اور فسادات کا احتمال ہو سکتا ہے یا کھلم کھلا بائیکاٹ پر دلالت کرتے ہیں۔ یا جو ہندوؤں کو درندوں اور سانپوں سے بھی بدتر قرار دیتے ہیں۔ مزید توضیح کیلئے یہ بھی بتا دیا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو بھی طلب کر کے انہیں تین امور کو اسی پوسٹر میں ایک دوسری جگہ بھی دہرایا گیا ہے۔

"اول یہ کہ آپ خشیت اللہ سے کام لینگے۔ اور دین کو بے پرواہی کی نگاہ سے نہ دیکھیں گے۔ دوسرے یہ کہ آپ تبلیغ اسلام سے پوری دلچسپی لیں گے اور اس کام کیلئے اپنی جان اور اپنے مال کی قربانی سے دریغ نہیں کرینگے اور تیسرے یہ کہ آپ مسلمانوں کی تمدنی اور اقتصادی غلامی سے بچانے کے لئے پوری کوشش کرینگے"

کیا اپنی قوم کے لوگوں کو یہ کہنا جرم ہے۔ کہ اپنی عملی حالت کو درست کرو۔ اور خشیت اللہ سے کام لو۔ تبلیغ مذہب کرو۔ اور اپنی قوم کے لوگوں کی تمدنی اور اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش میں لگ جاؤ۔ اس قدر رنگ سے بھی ڈاکٹر صاحب کی طرف پھیرتے ہوئے یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر یہی الفاظ کوئی ہندو لیڈر اٹھکر اپنی قوم کو کہے کہ وہ شدھی اور سنگھٹن کی تحریکات کو مضبوط کرنے کیلئے اٹھ رہے ہیں۔ تو کیا ان کا جرم ہوگا؟

باقی رہی یہ بات کہ مسلمان اس پوسٹر کے برخلاف آواز اٹھائیں۔ سو عرض ہے۔ کہ جب پوسٹر میں کوئی بات بھی ایسی نہیں جو ہندو کے لئے ہو۔ یا مسلمانوں کے خلاف ہو تو وہ آواز کس کے برخلاف اٹھائیں؟ ہاں مسلمان اس وقت جب غیرت و محبت مٹ جائیگی اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت سے ان کے دل خالی ہو جائینگے۔ (خدا نہ کرے کہ غیرت و حمیت مٹے اور ان کے دل آپؐ کی محبت سے خالی ہو جائیں) تو یہ وہ اس پوسٹر کے برخلاف آواز اٹھائیں گے۔ جب تک حمیت ملی اور غیرت مذہبی ان میں ہے تب تک وہ اس پوسٹر کے خلاف مطلقاً آواز نہیں اٹھا سکتے۔ مگر ہاں ہم اس بات کیلئے ڈاکٹر صاحب کے مشکور ہیں۔ کہ انہوں نے "ورتمان" کے برخلاف اظہار تنفر کیا۔ جس نے کہ مسلمانوں کا دل دکھایا اور نیز محسوس کیا۔ کہ اس نے مسلمانوں کے دلوں کو بے طرح زخمی کیا +

ان پیش کردہ حالات کی روشنی میں کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ پوسٹر کے لکھنے والا کبھی حامئی امن نہیں ہو سکتا؟ کیونکہ اس کے تمام الفاظ سے کہیں

چھوت چھات اور آریہ اخبارات

صدیوں سے ہندو لوگ مسلمانوں کا خون چوستے آئے ہیں۔ انہوں نے سود اور چھوت چھات وغیرہ طریقوں سے مسلمانوں کی مالی عمارت کی بنیادیں بالکل کھوکھلی کردی ہیں۔ حتیٰ کہ آج سب مسلمان بالکل قلاش اور مفلس ہو چکے ہیں۔ ان کی بے کسی اور بے بسی حد کو پہنچ چکی ہے۔ اور ان کی حالت زبوں پر دشمن بھی نوحہ خواں ہے۔ ہمارے ابنائے وطن کی چیرہ دستیاں کم نہیں ہوئیں۔ بلکہ روز بروز ان میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہندو اخبارات کی تحریریں، ہندو لیڈروں کی تقریریں اور گذشتہ فسادات میں کئی ہندو لفنگوں کی ظلم پر مبنی کارروائیاں صاف بتلا رہی ہیں۔ کہ وہ مسلمانوں کی ہستی کو کس قدر جلد مٹانے کے لئے کوشاں ہیں۔ ان حالات میں بھی اگر مسلم قوم خواب غفلت سے بیدار نہ ہو۔ تو اس کے مردہ ہو جانے میں کیا شبہ ہے۔

ہندو قوم کے رہنماؤں نے اپنے اموال محفوظ کرنے اور ہندؤں کو مسلمانوں اور اسلام سے متنفر کرنے کے لئے مسئلہ چھوت چھات ایجاد کیا۔ جس کا اقتصادی طور پر یہ ہوا۔ کہ ہر سال مسلمانوں کا کروڑوں روپیہ ہندو قوم کے گھروں میں جاتا ہے۔ جس کی واپسی کی کوئی ممکن صورت نہیں۔ چنانچہ ہندو روز بروز امیر اور مسلمان غریب ہو رہے ہیں۔ اور اسی دولت و ثروت کے گھمنڈ پر ہی وہ ہر قسم کی اشتعال انگیز تحریری و عملی کارروائیاں کرتے ہیں۔ اور گورنمنٹ بھی ان کے پیچھے اور اکثریت کی وجہ سے مجبور ہو جاتی ہے۔ مذہبی طور پر اس سے یہ نقصان ہوا۔ کہ چونکہ ہندو بچہ کو بچپن سے ہی مسلمان سے نفرت سکھائی جاتی ہے۔ اس لئے وہ بڑے ہو کر مسلمانوں کو ذلیل اور اسلام کو ناقابل التفات مذہب خیال کرنے لگ جاتا ہے۔ اور یہ ایک مخفی ہوئی صداقت ہے۔ کہ ہندوؤں کو اسلام میں آنے سے ہندو مذہب کی خوبیاں یا اسلام کے نام نہاد نقائص نہیں روک رہے۔ بلکہ محض ہندو تمدن کی وہ آہنی دیوار اس میں حائل ہے۔ جس کی بنیاد چھوت چھات کا عقیدہ ہے۔

آج جب بعض درد مندان اسلام نے تہیہ کر لیا۔ کہ ہم اس حقارت آمیز سلوک کو (جو ہندو برابر سات سو سال سے ہم سے کرتے آئے ہیں۔) برداشت نہیں کرینگے۔ بلکہ ہم اس عقلمند قوم کے تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی قوم کو چھوت چھات کا پابند بنا دینگے۔ حتیٰ کہ ہندو قوم اعلان نہ کردے اور عملی طور پر مسلمانوں سے چھوت چھات نہ چھوڑ دے۔

مسلمانوں کا یہ عزم کوئی خلاف انصاف، ظالمانہ اور بے جا نہ تھا۔ بلکہ ہندو قوم کے عملی سبق کی پابندی تھی۔ اور وہ بھی صرف مدافعانہ رنگ میں۔ مگر ہندو ذہنیت اس قدر ابتر حالت میں پہنچ گئی ہے۔ کہ ان کو یہ بھی گوارا نہیں۔ کہ مسلمان بھی ان تجاویز پر عمل کریں۔ جن تجاویز سے دیگر اقوام فائدہ حاصل کر رہی ہیں۔ چنانچہ آریہ اخبارات عجیب عجیب مکروہ اور گھنونی چالوں سے اس تحریک کو بند کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اخبار "پرکاش" لاہور (یکم مئی) بعنوان "شیطان غالب آگیا" لکھتا ہے:۔

"مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ التحیۃ والسلام) جس نے کسی معقول بناء پر نہیں بلکہ صرف آریہ سماجیوں کی دلائل کے منہ توڑ حملوں سے گبھرا کر ہندوؤں کے بائیکاٹ کی تحریک اپنی امت میں شروع کی۔ اور چھوت چھات کے شیطان کے پنجہ میں مسلمانوں کو کچھ اس طرح پھنسا دیا۔ کہ گرفت دن بدن مضبوط ہی ہوتی چلی جا رہی ہے"

چھوت چھات کی تحریک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیوں کی؟ کیا آریوں کے دلائل سے لاجواب ہو کر؟ نہیں اور ہرگز نہیں! آریہ اور دلائل؟ اجتماع نقیضین ہے! کونسی بات تھی جس کا رد اور کونسا اعتراض تھا۔ جس کا جواب نہ دیا گیا۔ احمدیت کے دلائل کے تو بے تو شردھانند جی نے بھی مان لیا تھا۔ آج آریوں کا ایسی لاطائل باتیں لکھنا تو "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" والی بات ہے۔

باقی رہے "منہ توڑ حملے" یعنی گالیاں، سو یہ آریہ سماج کا طرۂ امتیاز رہے ہی۔ چنانچہ مشہور ہندو لیڈر بابو بپن چندر پال نے بھی لکھا ہے:۔

"آریہ سماج کے بانی نے دیگر ہندوستانی یا غیر ہندوستانی مذاہب کے بانیوں کو ناقابل برداشت گالیاں دی ہیں" (ملاپ ۷ مئی)

اب اگر چھوت چھات کے عملی جواب پر آمادہ کرنے کی ایک وجہ وہ دشنام دہی بھی ہو۔ جو پنڈت دیانند نے سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہے۔ تو اس میں بھی کونسی برائی ہے۔ کیا ہندو لوگ مسلمانوں کو ایسا بے غیرت سمجھتے ہیں۔ کہ وہ ان ناپاک گالیوں کو سنتے ہوئے بھی ایسے گندے لوگوں سے چھوت چھات نہ کریں۔ کیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کی قدر مسلمانوں کے نزدیک اتنی بھی نہیں۔ جتنی ہندوؤں کے نزدیک ایک حیوان کے گوشت کی۔ ہندو قوم کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر وہ ایسا خیال کرتی ہے تو وہ سخت بھول میں ہے۔ مسلمان کتنے بھی گر جائیں۔ مگر اپنے سب انسانوں سے بڑے محسن مسلم سے اس قدر غداری نہیں کر سکتے۔

اس تحریک کو بائیکاٹ قرار دینا صریح دھوکہ ہے۔ اور اگر بائیکاٹ اور چھوت چھات مترادف الفاظ ہیں۔ تو پھر اس کی "مضبوط گرفت" سے گبھرانے کی کوئی بات نہیں۔ ع

خود کردہ را علاجے نیست

عجیب بات ہے۔ کہ ہندو لوگ تو سات سو سال سے مسلمانوں سے یہ "بائیکاٹ" کریں۔ اور بالکل بلاوجہ اور نامعقول بناء پر کریں۔ اور مسلمان خاموش رہیں۔ مگر ہندو ابھی آپے سے باہر ہو رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ اگر یہ بڑی بات ہے۔ تو ہندو خود اس کو ترک دیں۔ ہماری تجویز تو جوابی رنگ رکھتی ہے۔ آریہ اگر یہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ تحریک "کسی معقول بناء پر نہیں" تو انہیں اس طرح آسمان سر پر اٹھانے کی کیا ضرورت ہے یہ تحریک خود بخود مٹ جائیگی۔ مگر نہیں وہ جانتے ہیں۔ کہ یہ ایک مدلل اور معقول تجویز ہے۔ اس لئے ضرور کامیاب ہوگی اور ہو رہی ہے۔ اسی لئے تو پرکاش کو لکھنا پڑا:۔

"مولانا ثناء اللہ جو مرزا غلام احمد کو ہمیشہ دشمن اسلام کہتے رہے ہیں اپنی آنکھوں اس دشمن اسلام کی چالی کو کامیاب ہوتے دیکھ کر کیا پیچ و تاب نہ کھاتے ہونگے"

"پرکاش" کو یاد رہے۔ کہ مولانا ثناء اللہ "اب ان کی انگیخت میں نہ آئینگے۔ کیا وہ مسلمانوں کے سود و زیاں کو نہیں سمجھتے۔ حضرت مرزا صاحب کی یہ تحریک ایک تمدنی اور سیاسی تحریک ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب خود لکھ چکے ہیں:۔

"جناب مرزا صاحب قادیانی سے مذہبی امور میں گو ہم مخالف تھے۔ مگر اس کے تو ہم کسی طرح منکر نہیں کہ مرزا صاحب بڑے پایہ کے ملہر تھے" (اہلحدیث ۱۹ر دسمبر ۱۹۱۱ء)

پس "پرکاش" اور اسی قماش کے دیگر اخبارات کو مایوس ہو جانا چاہیئے کہ وہ اب مسلمانوں کو گھریلو اختلافات میں مشغول کر کے آزادی سے ان کو تباہ کرتے رہینگے۔ کیا ہندوؤں کی دشمن تحریکات مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں؟

ہندو اخبارات اس تحریک سے کیوں ہراساں ہیں۔ ان کو کس بات کا خوف ہے۔ وہ پرکاش کی مندرجہ ذیل سطور سے عیاں ہے لکھا ہے:۔

"اس تحریک کے بانی احمدی ہیں۔ اور احمدیوں کی ہمت قابل داد ہے۔ کہ جس جگہ پر انہوں نے اس معاملہ میں قدم رکھا۔ اس سے پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے ہی بڑھایا"

پھر اس کے عملی ثبوت میں لکھا ہے:۔

"ان کا (جماعت احمدیہ کا) پرتی ندھی جب گوردکل کانگڑی کے جلسہ پر جاتا ہے۔ تو وہ وہاں گوردکل کا بھوجن نہیں کرتا۔ کیوں نہیں کرتا؟ . . . لکھتا ہے۔ کہ میں اپنے سیاسی اصول چھوت چھات کے ماتحت ان کا کھانا نہیں کھا سکتا تھا۔ گویا اس قادیانی مشنری کا اقبال ہے۔ کہ چھوت چھات کا بھوت اس کی جماعت پر غالب آچکا ہے"

اس عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ چھوت چھات کرنے سے دشمن پر ایک رعب بھی قائم ہو جاتا ہے۔ اور مال بھی محفوظ رہتا ہے۔ گویا "ایک پنتھ دو کاج" والی بات ہے۔ پس میں بالآخر تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ حالات کی نزاکت اور مومنانہ غیرت کو مدنظر رکھتے ہوئے چھوت چھات کی سختی کے ساتھ پابند ہو جائیں۔ تاکہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت درست ہو سکے۔ اور وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔ بے کار مسلمانوں کو روزگار مل جاوے۔ اور قوم کا روپیہ اپنے اندر ہی محفوظ رہے۔ والسلام

خاکسار اللہ دتا جالندھری (مولوی فاضل) قادیان

سیّد عمر بن عمر خطاب صاحب مرحوم

میرے والد صاحب سید عمر بن عمر خطاب ۱۹ اپریل ۱۹۲۷ء بروز منگل ۱۲ بجے دن کے اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ وفات سے قبل نہایت صبر و استقلال سے انہوں نے اپنے جنازے کے پڑھے جانے کے متعلق وصیت فرمائی۔ ان کے فوت ہونے کے بعد ہم چند احمدیوں نے جو اپنے گھر کے ہی تھے جنازہ پڑھ کر ان کو دفنا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خداوند ذوالجلال مرحوم کو غریق رحمت کرے۔ اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دیوے آمین۔

والد صاحب مرحوم نہایت سعید الفطرت تھے۔ ابتداء دعویٰ سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کی تصدیق کی۔ ابتداء دعویٰ کا زمانہ نہایت تاریک بلکہ ... کا وقت تھا۔ مخالفت زوروں پر تھی۔ باایں ہمہ وہ مستقل مزاج رہے۔ اور غالباً ۱۸۹۷ء سال میں خود قادیان شریف جا کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور حضرت اقدس کو خوابوں میں جیسے دیکھا تھا بعینہ ویسے ہی پایا۔ میری عمر اس وقت ۱۲ سال کی ہو گی۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ والد صاحب ان ایام میں پُر جوش مبلغ کا کام اپنے حلقہ اور علاقہ کے اندر کیا کرتے تھے۔ ہزارہ میں آپ غالباً حضرت اقدس کے سب سے پہلے مرید ہیں۔ بعد میں ادھر ادھر ہزارہ کے اندر آپ ہی کے ذریعہ احمدیت کا بیج پھیلا ہے۔ واللہ اعلم۔

مرحوم نہایت خلیق۔ مہمان نواز۔ اردو۔ فارسی اور پشتو میں نہایت فصیح و بلیغ تقریر کیا کرتے تھے۔ اور عربی زبان میں بھی اچھی قابلیت تھی۔ تحریر میں بھی آپ زبردست منشی تھے۔ اور قانونی قابلیت بھی اعلیٰ پایہ کی تھی۔ بلحاظ پیشہ کے آپ رائے صاحب مسٹر پرانند بیرسٹر ایٹ لا ایبٹ آباد کے منشی تھے۔ ۳۴ سال ان کے ساتھ نہایت دیانت داری اور جانفشانی سے کام کیا۔ رائے صاحب نے پس ماندگان کے ہمراہ اپنی ہمدردی کا پورا ثبوت دیا۔ جس کے ہم مشکور ہیں۔ مرحوم نے چار لڑکے ایک لڑکی اور ایک بیوہ پیچھے چھوڑی ہے۔ احباب سے استدعا ہے۔ کہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور پس ماندگان کے لئے صبر و استقامت کی دعا فرمائیں۔

احقر عبد الحق اپیل نویس و سکرٹری جماعت احمدیہ ایبٹ آباد ہزارہ

ہیضہ کا ٹیکہ

دہلی ۲ جون: انسٹیٹیوٹ کسولی نے ہیضہ کے ٹیکہ کیلئے ویکسین کی کافی مقدار بہم پہنچانے کے سامان کر لئے ہیں۔ اور ٹیکہ لگانے والوں کا بھی کافی تعداد میں انتظام کیا گیا ہے۔ پبلک اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔ تا وہ ہیضہ کا شکار ہونے سے بچ سکے

حصہ وصیت میں اضافہ

جن مخلصین کو ماہ مئی میں اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اعلیٰ درجہ کا صدق اور اخلاص بخشا۔ اور حصہ وصیت کو بڑھانے کی توفیق دی۔ ان کے اسماء گرامی معہ مختصری کیفیت کے درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مریم بیگم صاحبہ حرم ثانی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ تحریر فرماتی ہیں۔ میری سابقہ وصیت عـــ ۲۱۱ ۱/۶ حصہ کی ہے۔ اب میں بجائے ۱/۶ حصہ کے ۱/۵ حصہ کی کرتی ہوں۔

(۲) حکیم محمد عمر صاحب جدید وصیت نامہ یہ لکھ کر دیتے ہیں۔ کہ میں زندگی میں اپنی آمدنی کا ۱/۳ حصہ ماہوار دیتا رہوں گا۔ اور میری موجودہ جائداد جو ۲۶ ہزار روپیہ کی صورت میں ہے اس کے بھی ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ حکیم صاحب اس ۲۶ ہزار کے ۱/۳ حصہ کو زندگی میں داخل کرنے کی کوشش کریں گے۔

(۳) ماسٹر مولا بخش صاحب ٹیچر مدرسہ احمدیہ قادیان بجائے ۱/۱۰ حصہ ماہوار دینے کے ۱/۵ حصہ ماہوار۔

(۴) مولوی غلام نبی صاحب ٹیچر مدرسہ احمدیہ قادیان بجائے ۱/۱۰ حصہ ماہوار دینے کے ۱/۸ حصہ ماہوار۔

(۵) ماسٹر نور الٰہی صاحب ٹیچر مدرسہ ہائی بجائے ۱/۱۰ حصہ کے ۱/۶ حصہ ماہوار۔

(۶) ایچ۔ ایم۔ مرغوب اللہ صاحب ٹیچر وی مڈل ۲۰۹۷ پشاور اپریل ۱۹۲۷ء سے اپنی آمدنی کا ۱/۶ حصہ ماہوار بھیجیں گے۔

(۷) خورشید بیگم صاحبہ زوجہ خواجہ محمد شریف صاحب لوئی اپنی وصیت ۱/۱۰ حصہ کی بجائے ۱/۸ حصہ کی۔

(۸) میاں احمد الدین صاحب زرگر قادیان اپنی وصیت بجائے ۱/۱۰ حصہ کے ۱/۸ حصہ کی کرتے ہیں۔

(۹) میاں سرفراز خان صاحب پشاور اپنا وصیت نامہ بھیجتے ہیں۔ میں اپنی آمدنی کا ماہوار ۱/۵ حصہ دیا کرونگا۔ اور بوقت وفات میرے متروکہ کے ۱/۵ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

(۱۰) محمد عالم صاحب کونسٹبل پشاور سے لکھتے ہیں۔ میری موجودہ تنخواہ ماہوار روپیہ ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی آمد کا ۱/۸ حصہ ادا کرتا رہوں گا۔ اور بوقت وفات متروکہ جائداد کے ۱/۵ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

(۱۱) مطلوب النساء صاحبہ زوجہ محمد نظر صاحب شاہجہانپوری شملہ سے ۱/۵ حصہ کی وصیت بھجواتی ہیں۔

(۱۲) شیخ محمد اکرام صاحب تاجر قادیان زندگی میں ۱/۸ حصہ ماہوار دینے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور متروکہ جائداد کے ۱/۸ حصہ کی وصیت کرتے ہیں۔

(۱۳) صوفی غلام محمد صاحب مبلغ ماریشس جن کی سابقہ وصیت عـــ ۴۲۲ ہے۔ جو صرف حصہ جائداد کی ہے۔ انہوں نے جدید وصیت نامہ لکھ کر دیا ہے۔ کہ میں اپنی آمدنی کی سبیل رکھتا ہوں بدیں وجہ تازیست اپنی آمدنی کا بھی ۱/۱۰ حصہ ماہوار دیتا رہونگا۔

(۱۴) میاں رحیم بخش صاحب پٹیالوی دربان ڈیوڑھی حضرت خلیفۃ المسیح جن کی وصیت کا نمبر ۲۳۹ ہے۔ انہوں نے حصہ جائداد ادا کر دیا ہے۔ مگر اب یہ لکھتے ہیں۔ کہ علاوہ جائداد کے میری آمدنی کی سبیل بھی ہے۔ میں تازیست اپنی آمدنی کا بھی ۱/۱۰ حصہ دیتا رہوں گا۔

597

(۱۵) سید محمد افضل شاہ صاحب تاجر قادیان جن کی سابقہ وصیت حصہ جائداد کی تھی۔ وہ اب لکھتے ہیں۔ کہ میں دوکانداری کی تجارت کرتا ہوں۔ یعنی آمدنی کی سبیل رکھتا ہوں۔ بدیں وجہ علاوہ حصہ جائداد کے اپنی آمد کا بھی ۱/۸ حصہ ماہوار ادا کرتا رہونگا۔

(۱۶) چوہدری محمد بوٹا صاحب دار الفضل قادیان نے اپنا حصہ جائداد ادا کر دیا ہے۔ ان کی وصیت کا نمبر ۲۱۸۷ ہے۔ مگر وہ اب اقرار کرتے ہیں۔ کہ تازیست اپنی آمدنی کا بھی ۱/۱۰ حصہ ماہوار ادا کرتا رہوں گا۔

(۱۷) قاضی نور محمد صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہائی جن کی وصیت کا نمبر ۲۴۵۶ ہے۔ وہ اب لکھتے ہیں۔ کہ علاوہ اس جائداد کے میری آمدنی کی بھی سبیل ہے۔ بدیں وجہ تازیست اپنی آمدنی کا بھی ۱/۱۰ حصہ مئی ۱۹۲۷ء سے ادا کرتا رہوں گا۔

(۱۸) مسمات فجو ملازمہ گرلز سکول قادیان لکھتی ہے۔ کہ میری سابقہ وصیت جائداد کی تھی۔ مگر میرا گذارہ آمد پر ہے۔ جو کہ اس وقت ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی آمدنی کا بھی ۱/۱۰ حصہ ماہوار ادا کرتی رہوں گی۔

(۱۹) سید حاجی احمد صاحب ہوشیارپوری اپنی آمدنی اور متروکہ جائداد کے ۱/۸ حصہ کی وصیت بھیجتے ہیں۔

(۲۰) مسمات حمیدہ بیگم صاحبہ زوجہ سید حاجی احمد صاحب ہوشیارپور سے ۱/۸ حصہ کی وصیت بھیجتی ہیں۔

میں دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان مخلصین کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ اور باقی مومنوں کو بھی اعلیٰ درجہ کا اخلاص بخشے۔ اور ان میں ایمانی جوش پیدا کرے۔ اور اس کام میں ہر ایک مخلص کو مدد دے۔ آمین۔ فقط والسلام۔

محمد سرور سیکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان

نارتھ ویسٹرن ریلوے

نوٹس

آنے والی محرم کی تعطیلات کے موقعہ پر سو میل سے زیادہ سفر کے لئے نارتھ ویسٹرن ریلوے کے تمام سٹیشنوں پر ۳ر جولائی سے لے کر ۱۰ر جولائی تک واپسی کے رعایتی ٹکٹ حسب ذیل شرح پر فروخت ہوں گے۔ جو ۱۸ر جولائی ۱۹۲۷ء تک کام آسکیں گے۔

پہلا اور دوسرا درجہ - ایک طرف کا پورا۔ دوسری طرف کا ایک تہائی کرایہ۔

درمیانہ درجہ - ایک طرف کا پورا اور دوسری طرف کا نصف کرایہ

نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈ کوارٹر آفس جے۔ ایچ۔ جی

لاہور مورخہ ۲۸ر اپریل ۱۹۲۷ء برائے ایجنٹ

نارتھ ویسٹرن ریلوے

نوٹس

ٹنڈر مطلوب ہیں

مستعمل لوہے۔ فولاد۔ پیتل اور دیگر دھاتوں کے ٹکڑے وغیرہ جو کہ مغلپورہ سٹور ڈپو میں فروخت کے لئے موجود ہیں۔ این ڈبلیو ریلوے سے خرید کرنے کے واسطے سر بمہر ٹنڈر مطلوب ہیں۔

۲۔ ٹنڈر فارمیں جن پر قابل فروخت اشیاء کی تفصیل اور مقدار مندرج ہے۔ کنٹرولر آف سٹورز این ڈبلیو ریلوے مغلپورہ (لاہور) سے درخواست کرنے اور مبلغ پانچ روپیہ جمع کرانے پر مل سکتی ہیں۔

۳۔ تمام ٹنڈر کنٹرولر آف سٹورز کے دفتر میں ۱۳ر جولائی ۱۹۲۷ء بروز بدھ قبل دو بجے دن پہنچ جانے چاہئیں۔ جو اس کے بعد دوسرے روز دو بجے دن کے تمام ان ٹنڈر دہندگان کی موجودگی میں کھولے جائیں گے۔ جو اس وقت وہاں موجود ہونگے۔

۴۔ ہر ٹنڈر دہندہ کو چاہیئے۔ کہ چیف کیشیر این ڈبلیو۔ ریلوے لاہور کے پاس مبلغ ایک ہزار روپیہ جمع کرا کے رسید حاصل کرے۔ اور ایسی رسید اپنے ٹنڈر کے ہمراہ مقررہ تاریخ سے پہلے پہلے بھیجے۔

مغلپورہ کنٹرولر آف سٹورز

مورخہ ۲۵ر مئی ۱۹۲۷ء این۔ ڈبلیو۔ ریلوے

حب اٹھرا

(۱) جن عورتوں کے حمل گر جاتے ہوں (۲) جن کے بچے پیدا ہو کر مر جاتے ہوں (۳) جن کے ہاں اکثر لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں (۴) جن کے گھر اسقاط کی عادت ہو گئی ہو۔ (۵) جن کے بانجھ پن کمزوری رحم سے ہوں۔ اور کمزور ہی رہتے ہوں۔ ان کے لئے ان گولیوں کا استعمال اشد ضروری ہے۔ فی تولہ عہ۔ تین تولہ کے لئے محصولڈاک معاف۔ چھ تولہ تک خاص رعایت۔

سرمہ نور العین

اس کے اجزاء موتی و ممیرا ہیں۔ اور یہ ان امراض کا مجرب علاج ہے۔ آنکھوں کی روشنی بڑھانے والا۔ دھند غبار۔ جالا۔ ککرے۔ خارش۔ ناخونہ۔ پھولا۔ ضعف چشم۔ پڑوال کا دشمن ہے۔ موتیا بند دور کرتا ہے۔ آنکھوں کے لیسدار پانی کو روکنے میں بے مثل ہے۔ پلکوں کی سرخی اور موٹائی دور کرتے میں بے نظیر تحفہ ہے۔ گلی سڑی پلکوں کو تندرستی دینا۔ پلکوں کے گرے ہوئے بال از سر نو پیدا کر اور زیبائش دینا خدا کے فضل سے اس پر ختم ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے (عہ)۔

مفرح عروس زندگی

معدہ کے تمام فضلوں کو دور کرنے والی۔ مقوی دماغ محافظ روشنی چشم۔ نسیان کی دشمن اور جگر کو طاقت دینے والی۔ جوڑوں کے درد۔ سینہ کو مضبوط بنانے والی مقوی اعضاء رئیسہ دوائی ہے۔ اس کا روزانہ استعمال صحت کا بیمہ ہے۔ قیمت فی ڈبیہ ایک روپیہ چار آنہ (عہ)

مقوی دانت منجن

منہ کی بدبو دور کرتا ہے۔ دانتوں کی جڑیں کیسی ہی کمزور ہوں۔ دانت ہلتے ہوں۔ گوشت خورہ سے تنگ آ گئے ہوں۔ دانتوں سے خون آتا ہو۔ پیپ آتی ہو دانتوں میں میل جمتی ہو۔ اور زرد رنگ رہتے ہوں۔ اور منہ میں پانی آتا ہو۔ اس منجن کے استعمال سے یہ سب نقص دور ہو جاتے ہیں۔ اور دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں۔ اور منہ خوشبودار رہتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ر

المشتہر

نظام جان۔ عبد اللہ جان معین الصحت قادیان

وصیت ع ۲۵۵۶

میں اقبال بیگم زوجہ شیخ محمد لطیف صاحب ساکن گوجرانوالہ کی ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری موجودہ جائداد مہر عمار روپیہ ہے۔ جو میں نے اپنے خاوند سے وصول کر لیا ہے۔ اس کے ۱/۳ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتی ہوں کہ اگر میری وفات پر اس کے علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز جو رقومات میں اپنی زندگی میں حصہ جائداد کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت کر جاؤں وہ حصہ وصیت کردہ سے منہا کی جاویں گی۔ فقط ۱۵ ۶/۲۶

العبد:۔ اقبال بیگم بقلم خود

گواہ شد:۔ محمد لطیف خاوند موصیہ

گواہ شد:۔ شیخ فضل کریم والد موصیہ

ضرورت

زنانہ ہسپتال میانوالی کے لئے ایک سند یافتہ زنانہ کمپونڈر کی ضرورت ہے۔ تنخواہ مبلغ چالیس روپے ماہوار ملے گی۔ اور ایک نہایت موزوں مکان احاطہ ہسپتال میں برائے رہائش مفت ملے گا۔ درخواستیں

صاحب بہادر سول سرجن میانوالی کے نام آنی چاہئیں

اعلان فروخت مکانات و دوکانات سٹور احمدیہ قادیان

حصہ داران کے سخت مطالبات روپیہ حصص خود کو بورڈ آف ڈائرکٹرز سٹور نے دیکھ کر مناسب سمجھا۔ کہ بعض مکانات اور دوکانات سٹور احمدیہ قادیان کو جو عمارت سٹور کا بیرونی حصہ ہے فروخت کر دیوے۔ اس غرض کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ جن جن صاحبان کو کسی دوکان یا مکان کے لینے یعنی موقعہ پر خرید کرنے کی ضرورت ہو۔ وہ بوساطت منیجر سٹور ناظر صاحب تجارت کی خدمت میں درخواستیں بھیج دیں۔ اور قیمت کا فیصلہ کر لیں۔ حصہ داران کو ترجیح دیجائیگی حسب طلب عمارت سٹور کا نقشہ بھیجا جائے گا۔ المشتہر

منیجر سٹور احمدیہ قادیان۔ پنجاب

(اشتہارات کی صحت کے ذمہ دار خود مشتہر ہیں نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

(اشتہارات)

۸ اپریل کے الفضل میں ایک ضروری خبر

جناب ایڈیٹر صاحب الفضل ۸ اپریل کے الفضل میں تحریر فرماتے ہیں۔ "میری والدہ صاحبہ نے جنکی آنکھوں میں خارش اور پانی بہنے کی تکلیف تھی شیخ صاحب نور اینڈ سنز کا موتی سرمہ استعمال فرمایا۔ اور چند ہی دنوں میں نمایاں فائدہ محسوس ہوا۔ اس طرح مجھے ذاتی طور پر اس سرمہ کے مفید اور فائدہ رساں ہونے کا علم ہوا جس کا میں بڑی خوشی سے اظہار کرتا ہوں۔ تا دوسرے ضرورتمند اصحاب بھی اس مفید چیز سے فائدہ اٹھائیں۔" یہ سرمہ پانی بہنے اور خارش چشم کے علاوہ ضعف بصر۔ ککرے۔ پھولا۔ جالا۔ دھند۔ غبار۔ کوہانجنی۔ ناخونہ۔ نزول الماء ابتدائی موتیابند غرضیکہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے۔ اگر آپکو اپنی پیاری آنکھوں کی کچھ بھی قدر ہے۔ تو آج سے ہی اسکا استعمال شروع کر دیں۔ قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے۔ محصولڈاک علاوہ۔

پتہ:- مینیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور

مکان کیلئے موقعہ کی زمین

محلہ دارالعلوم میں بابو رحمت اللہ صاحب کے مکان کے بالمقابل لب سڑک کچے تالاب کے متصل بجانب شمال ۲ کنال قطعہ زمین فروخت ہوتا ہے۔ جو صاحب چاہیں خرید لیں۔ نرخ قریباً چالیس روپیہ فی مرلہ۔ خط و کتابت سے فیصلہ کر لیں۔ معرفت اکمل قادیان

زراعتی آلات و دیگر مشینری

بٹالہ کے مشہور و معروف چارہ کترنے کی مشینیں (ٹوکے) آہنی رہٹ (ہلٹ) انگریزی ہل۔ بیلنہ جات۔ غلور ملز۔ خراس (بیل چکیاں) سیویاں اور بادام روغن کے مشینیں منگانے کیلئے ہماری باتصویر فہرست مفت طلب فرمائیے۔ ایم عبدالرشید اینڈ سنز جنرل سپلائرز احمدیہ بلڈنگ بٹالہ۔ ضلع گورداسپور پنجاب

ضرورت مند

ایک دوست موقعہ کی ایک عمدہ پختہ دوکان ادائیگی قرضہ کیلئے فروخت کرتا ہے۔ اگر ایسی دوکان خواہش سے کوئی خریدنا چاہے۔ تو تین ہزار روپے سے کم ملنی مشکل ہے۔ اسوقت آپ کو صرف پندرہ سو روپیہ میں مل سکتی ہے۔ فرش پختہ دہلیز بنا ہوا ہے۔ اور چھپر بھی جستی چادروں کا لگا ہوا ہے۔ زینہ بھی پختہ بنا ہوا ہے۔ گویا ہر طرح سے مکمل ہے۔ یہ دوکان قادیان میں سٹور اور بازار پختہ کے وسط میں ہے خط و کتابت معرفت:-

قاضی اکمل صاحب قادیان پنجاب

ضرورت ہے

امیدواروں کی جو ٹیلیگراف و سٹیشن ماسٹر کا کام ریلوے گورنمنٹ و محکمہ نہر کی ملازمت کے لئے سیکھنا چاہیں۔ کرایہ ریل کالج دیگار۔ قواعد ۱ کے ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔

رائل ٹیلیگراف کالج دہلی

اعلیٰ مشہدی لنگیاں اور پشاوری کلاہ

ہم ہر قسم کی چھوٹی بڑی مشہدی و پشاوری لنگیاں ہر رنگ کی فروخت کرتے ہیں۔ نرخ فی گز ۸ روپے ہوگا۔ اسکے علاوہ مشہدی کنادیز عورتوں کے سوٹ کیلئے فی گز ۲ روپے ۴ آنہ۔ اور مشہدی رومال فروخت کئے جاتے ہیں۔ کلاہ پشاوری حسب قیمت اور جس سائز کا مطلوب ہو بھیجا جاسکتا ہے۔ مال بذریعہ وی پی ارسال ہوگا۔ اگر خدانخواستہ پسند نہ آئے۔ تو صرف محصول ڈاک کاٹ کر قیمت واپس کر دیجائیگی۔ یا اسکی جگہ دوسری چیز بھیج دیجائیگی۔ احمدی احباب فرمائش بھیج کر فائدہ اٹھائیں۔ مال دوسری دوکانوں کی نسبت عمدہ اور ارزاں بھیجا جائے گا۔

المشتہر

میاں محمد و غلام حیدر احمدی بازار کریم پورہ شہر پشاور

لدھیانہ کے تحفے

ناظرین ہم نے اپنی جماعت احمدیہ کی خاطر دریاں اور جاء نماز اچھے اچھے کاریگروں سے تیار کروالئے ہیں۔ جو دیکھنے میں نہایت ہی خوبصورت اور پائیداری میں نہایت مضبوط تحفہ دینے کے لائق ہیں۔ کم سے کم ایک دری یا ایک جاء نماز منگوا کر دل کا شوق پورا کیجئے۔ ورنی دری اور جاء نماز کی قیمت حسب ذیل ہے

دری خوشنما مضبوط قابل تحفہ طول ۳ گز عرض ۱½ گز قیمد ۴ روپے
طول ۳ گز عرض ۱ گز قیمد ۳ روپے
طول ۲½ گز عرض ۱¼ گز قیمد ۲ روپے
طول ۲¼ گز عرض ۱ گز ۱ روپے

طول ۲ گز دو گرہ عرض ایک گز ۲ گرہ قیمد ۲ روپے
جاء نماز مضبوط اور خوبصورت روبیز طول و عرض مکمل قیمد
مسجد کے نقشہ والا لالہ اپنی قیمد ۲ روپے
لہار نماز قسم دیگر پورا ناپ قیمد ۱ روپے

ملنے کا پتہ:- شیخ غلام نبی محمد عبداللہ سوداگران بازار خزانہ لدھیانہ پنجاب

بے اولادوں کو اولاد

اگر آپ بے اولاد ہیں۔ اگر آپ حصول اولاد کی خاطر بیحد روپیہ برباد کرکے مایوس ہوگئی ہیں۔ تو آئیں مکرمہ والدہ صاحبہ سے علاج کرا کے اولاد حاصل کریں۔ والدہ صاحبہ قریباً ۲۰ سال سے نہایت کامیابی سے علاج کر رہی ہیں۔ اور اس عرصہ میں بیشمار بے اولاد عورتیں اولاد حاصل کرچکی ہیں۔ اسلئے اس نادر موقعہ کو ہاتھ سے نہ کھوئیں۔ اور آج ہی ایک کارڈ لکھدیں۔ قیمت فائدہ کے لحاظ سے بہت کم یعنی مکمل نسخہ صرف چار روپے علاوہ محصول ڈاک نوٹ:- آرڈر دیتے وقت مفصل حالات لکھ کر بھیجیں بذریعہ ...

سید خواجہ علی قادیان پنجاب۔

سرمہ سیمابی

ھوالشافی

ہم نے بڑی محنت سے تیار کیا ہے۔ آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ گرمیوں میں آنکھوں میں جلن اور سوزش اور دھوپ کی شدت کا اثر نہیں ہونے دیتا۔ روشنی بڑھانے اور قوت بینائی کو خاص طاقت بخشتا ہے۔ اور بیماری کا حملہ نہیں ہونے دیتا۔ قیمت فی پڑیہ ۸ر۔ ۵ر کے ٹکٹ بھیجنے پر بھیجا جائیگا۔ نوٹ:- ایک پڑیہ سے زائد کسی کو نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ سرمہ چند پیکٹ تیار کئے گئے ہیں۔ تصدیق کے لئے سرٹیفکیٹ ذیل ملاحظہ ہو۔

میں نے علاوہ سرمہ تریاق چشم کے سرمہ سیمابی تیار کردہ مرزا حاکم بیگ استعمال کیا۔ آنکھوں کو ٹھنڈک اور روشنی اور بینائی کو طاقت بخشتا ہے۔ تندرست آنکھوں کے لئے یہ سرمہ بہت مفید ہے۔

(خان) رانجھا خاں۔ افسر مال۔ گجرات۔

المشتہر

خاکسار مرزا حاکم بیگ۔ موجد تریاق چشم گڑھی شاہدولہ صاحب گجرات پنجاب

اشتہار زیر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس شیخ عبدالحق صاحب بی۔ اے ایل ایل بی سب جج بہادر درجہ چہارم مقام نارووال

اننت رام ولد ملکھی رام قوم اگروال ساکن کلیانپور حال ٹھیکیدار ریلوے لائن امرتسر نارووال مقام صدر۔

بنام

ملو۔ سونیو۔ وبہادر۔ پسران بھلا۔ سردا ولد لیشر ولد ... ولد عمار۔ اقوام عیسائی۔ ساکنان پھدنہ داہلہ۔

دعوٰی دو ... مبلغ ۹/۲/۷۷

مقدمہ مندرجہ بالا میں مدعا علیہم تعمیل سمن سے انکاری ہیں۔ لہٰذا اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہم ۲۲ جون ۲۷ کو اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ نہیں کریں گے۔ تو ان کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

بثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۷ ماہ جون ۱۹۲۷ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت   دستخط حاکم

ہندوستان کی خبریں

—— دہلی ۱۴ر جون۔ مسٹر اوس پورن بیرسٹر جو قاتل عبدالرشید کے وکیل ہیں۔ دہلی سے بمبئی روانہ ہو گئے ہیں۔ وہاں سے لنڈن جائیں گے۔ اور پریوی کونسل میں اپیل پیش کرینگے۔ جانے سے قبل انہوں نے دہلی کے چیف کمشنر سے ملاقات کی۔ اور معلوم ہوا ہے کہ ان سے درخواست کی۔ کہ پریوی کونسل کے فیصلہ تک ملزم کی بابت سابق فیصلہ ملتوی رکھا جائے۔

—— لاہور ۸ر جون۔ حکومت پنجاب نے ۳۸۰۹۰۰ روپیہ لاہور کی زائد پولیس کیلئے منظور کیا ہے۔ یہ پولیس ۶ ماہ کے لئے لاہور میں رہیگی۔ پولیس کی اس جمعیت میں ۳۵۰ کانسٹبل ہیڈ کانسٹبل، معہ تھانیدار اور ڈپٹی انسپکٹر ہوگا۔ فساد سے پیشتر ۷۰ کانسٹبل اور چار تھانیدار گشت کی ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ اب ۲۰۰ کانسٹبل اور ۱۰ تھانیدار ڈیوٹی دیا کرینگے۔ ۳ر جون تک زائد پولیس میں ۴۰ گورکھے ۲۵ سکھ ۲۷ ہندو اور ۲۲ مسلمان بھرتی ہو چکے ہیں۔ دیگر اضلاع سے ۱۵۵ سپاہی زائد پولیس لاہور میں تبدیل کئے جا رہے ہیں۔

—— لاہور ۹ر جون۔ فسادات کے دنوں میں بھی مٹہ کے نزدیک ایک شخص معمار مسمی مہر الدین پر حملہ کرنے اور مجمع خلاف قانون ہونے کے الزام میں گرفتار کئے گئے تھے۔ عدالت نے چار ملزمان کو بری کر دیا تھا۔ اور باقی ۵ ملزمان زیر دفعات ۱۴۸، ۳۲۳ تعزیرات ہند مجرم قرار دیئے گئے تھے۔ انکو قید بامشقت کا حکم دیا تھا۔ ملزمان نے عدالت ماتحت کے خلاف عدالت سشن میں اپیل کی تھی۔ جج نے جرم کو بحال رکھا۔ مگر سزا میں تخفیف کر دی اور صرف اتنی ہی سزائے قید کا حکم دیا جتنی کہ ملزمان عدالت ماتحت کے فیصلہ کے بعد آج تک بھگت چکے ہیں۔ اور ملزمان کو ایک سال نیک چلن رہنے کیلئے ایک ایک سو کی ضمانت اور اتنی ہی رقم کا ایک مچلکہ داخل کرنے کا حکم دیا ہے۔

—— کلکتہ میں کئی سالوں سے چند بدمعاش کوکین کی ناجائز فروخت کر رہے تھے۔ پولیس نے اس سلسلہ میں ۴۰ اشخاص کو جن میں ایک شخص فضل الدین پشاوری بھی ہے۔ گرفتار کر لیا ہے۔ اور ۸ ہزار کی کوکین پکڑی گئی ہے۔

—— ترجمان اس خبر کے لئے ذمہ دار ہے۔ کہ مہاراجہ صاحب بھرت پور کو سیاسی معاملات کی وجہ سے شملہ میں بلایا گیا ہے۔

—— معلوم ہوا ہے کہ لیجسلیٹو اسمبلی کا سشن شملہ میں ۲۳ر اگست سے شروع ہوگا۔ اور ۲۰ر ستمبر تک رہیگا۔

—— نہال سنگھ نامی ایک سکھ جس کا دو کرپان رکھنے کی پاداش میں چالان ہوا تھا۔ چوہدری صمد سنگھ سٹی مجسٹریٹ کی عدالت سے بری ہو گیا۔

—— سر اے سی چیٹرجی کے بین الاقوامی لیبر کانفرنس کے صدر مقرر کئے گئے جب پریسٹر ڈفی آئرش فری سٹیٹ کے مزدوروں کے ڈیلیگیٹ نے ان کو مبارکباد پیش کی۔

—— لاہور میں جلالی بائیکاٹ کا نہایت خیریت سے گزر گیا۔ مسلمان دکانداروں کے مقاطعہ کے متعلق ہندوؤں نے خاص سرگرمی کا اظہار کیا۔ بہت کم ہندوؤں نے مسلمان میوہ فروشوں سے خربوزے اور خوانچے خریدے۔ ہندو دکانداروں نے ہندوؤں کے لئے بہت سے خربوزے منگوائے تھے۔ چنانچہ انہوں نے سستے داموں ہندوؤں کے ہاتھ فروخت کئے۔ اکثر بازاروں میں شربت اور پانی کی سبیلیں لگی ہوئی تھیں۔

—— اعلان کیا گیا ہے۔ کہ پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ کے اس فیصلہ پر عمل درآمد کرنے کے لئے قواعد بنا رہی ہے کہ جو طلباء بیرون پنجاب سے آتے ہیں۔ انہیں ۱۹۲۸ء سے پنجاب یونیورسٹی کے میٹرک امتحان میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔

—— پٹنہ ۱۱ر جون۔ گائے کی قربانی کے سلسلہ میں دانا پور کے مقام پر فساد ہو گیا۔ ہندوؤں کے ایک ہجوم نے ایک مسلمان عورت کو (جو ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی) اور تین مسلمانوں کو ہلاک کر دیا۔ اس ہجوم نے ایک مسلمان کے مکان کو لوٹنے کی بھی کوشش کی۔ لیکن اس نے گولی چلا دی جس کی وجہ سے ہجوم میں سے ایک آدمی ہلاک ہو گیا۔ پولیس نے بھی گولی چلائی۔ اور ہندو بلوائیوں میں سے دو آدمی ہلاک ہوئے۔ لیکن ہجوم زخمی آدمیوں کو اٹھا کر لے گیا۔ فساد کی وجہ یہ تھی۔ کہ ہندوؤں کو گھر دوارہ پر قربانی کرنے پر اعتراض تھا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس موقع پر موجود ہیں۔ اور صورت حالات پر بخوبی قابو حاصل ہو گیا ہے۔

—— پنجاب کے تمام شہروں کے علاوہ لاہور۔ آگرہ۔ الہ آباد۔ دہلی۔ تمام شمالی ہند۔ کلکتہ۔ مقامات کلکتہ۔ امرتسر۔ فیروزپور۔ ملتان۔ ناگپور۔ صوبجات متحدہ میں عید الاضحیٰ خیریت سے گزر گئی۔

—— امرتسر ۱۲ر جون۔ دیوی شرن شرما مصنف "جنم کی سیر" اور گیان چند "ورتمان" کے طابع و ناشر کے خلاف زیر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند مقدمات چلائے گئے ہیں۔ ان مقدمات کی سماعت ۲۰ر جون کو سٹی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں ہوگی۔

—— دہلی ۸ر جون۔ شدھی سبھا دہلی نے ہز ایکسیلنسی وائسرائے کے نام ایک برقی پیغام ارسال کیا ہے۔ جس میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ سوامی شردھانند کے مبینہ قاتل عبدالرشید کے پیچھے پردہ سازش کا ایک گروہ اب تک آزاد پھر رہا ہے۔ جس سے ممتاز اور سربرآوردہ ہندو رہنماؤں کو اپنی جانوں کا خطرہ ہے۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ مذکورہ گروہ کا سراغ لگا کر اسے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

—— دہلی ۱۲ر جون۔ بارہ بجے تک ۲۲۳ گائیں کمیلہ میں ذبح کی جا چکی ہیں۔ اس تعداد ۱۰۵ کل کی ذبح کردہ گائیں بھی شامل ہیں۔

—— گورنر پنجاب نے بہ اجلاس کونسل ایک پمفلٹ موسومہ فرمان خداوندی معہ فتویٰ محمدی ضبط کر لیا ہے۔

—— ایک کتاب جس کا عنوان ہے۔ السورۃ منزل القرآن مصنفہ خلیفہ ہری سنگھ دہلوی ضبط کی گئی ہے۔

ممالک غیر کی خبریں

—— اخبار "البنی بار بزیان" لکھتا ہے۔ کہ عباس حلمی پاشا تخت شام کی تمنا سے دستبردار ہو گئے۔ اور آل لطف اللہ کی سنہری آرزوئیں بھی پامال ہو گئیں۔ اب ایک تیسرے حقدار کا ظہور ہوا ہے۔ اور اسی کی طرف لوگوں کی نگاہیں اٹھ رہی ہیں۔ وہ خود موسیو ڈی جینز ہیں۔ فرانس کی وزارت خارجیہ اس خبر پر بالکل مطمئن ہے۔

—— بیروت حکومت نے دو طالب العلموں کو جن میں ایک امریکن یونیورسٹی کا طالب العلم تھا۔ اس جرم میں جلاوطن کر دیا ہے کہ انہوں نے ملکی معاملات میں حصہ لیا تھا۔ ان طالب العلموں نے ایک ایسے جلسہ میں تقریریں کی تھیں۔ جو شہدائے شام کی یادگار میں منعقد ہوا تھا۔

—— بخارسٹ ۱۱ر جون۔ نئی وزارت میں کسانوں کی قومی جماعت کے چار نمائندے شامل کر لئے گئے ہیں۔ پارلیمنٹ توڑ دی گئی ہے۔ اور نئے انتخابات کی تاریخ ۲ جولائی مقرر ہوئی ہے۔ موسیو سٹربی۔ اے نے اعلان کیا ہے کہ جدید وزارت بادشاہ اور اس کے خاندان کے متعلق آئین کی حفاظت کریگی۔

—— بخارسٹ ۹ر جون۔ بادشاہ کی حالت نہایت نازک ہے۔ توقع ہے کہ وہ چند روز میں فوت ہو جائے گا۔

—— ماسکو ۱۰ر جون۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ جن ۲۰ روسیوں کیلئے سزائے قتل تجویز کی گئی۔ وہ قتل کر دئے گئے۔ الزام یہ تھا۔ کہ انہوں نے شاہ پرستوں یا دول غیر کی طرف سے روس کے خلاف سرگرمیوں میں حصہ لیا۔

—— "انگلشمین" کا ایک بحری تار مظہر ہے۔ کہ لارڈ سڈنہم نے ہندوستانی ریاستوں کے مستقبل پر ایک رسالہ میں شائع کیا ہے کہ ہندوستانی ریاستوں کو معاہدات کی رو سے جو حقوق حاصل ہیں انکی حفاظت کا واحد طریقہ یہ ہے۔ کہ موجودہ لیجسلیٹو کونسل کی جگہ ایک ایڈوائزری کونسل قائم کی جائے جس میں ریاستوں کے نمائندگان آبادی کے اعتبار سے کافی تعداد میں شامل ہوں۔ دو عملی کی جگہ متحدہ اگزیکٹو ہونی چاہیئے جس میں نصف برطانی اور نصف ہندوستانی اراکین ہوں۔ سر مائیکل اڈوائر کہتے ہیں کہ آئندہ پارلیمنٹری تحقیقات میں دیسی ریاستوں کو بھی شامل کر لینا چاہیئے۔

(منشی عبدالرحمن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا۔)